لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ

القران الحکیم ۱۲:۶۵

خلافت نمبر

النور

ہجرت ۱۳۸۹ ہش
مئی ۲۰۱۰ء

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، ادبی، تعلیمی اور تربیتی مجلّہ
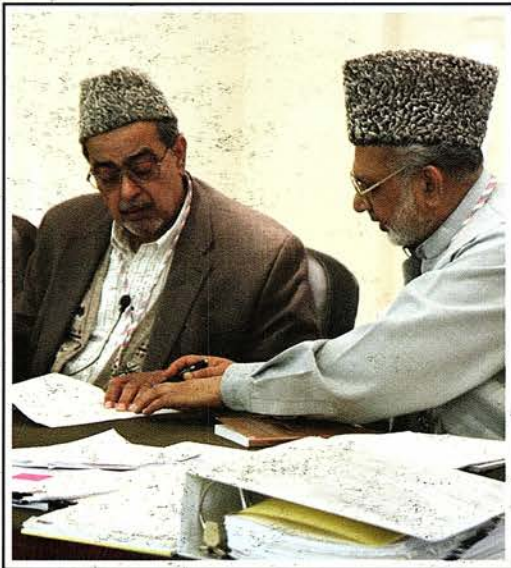
Scenes from 2010 National Majlis-e-Shura USA

Waqfeen-e-Nau on Jamia Canada visit

Interfaith event held by AMC, St. Paul MN

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ (2:258)
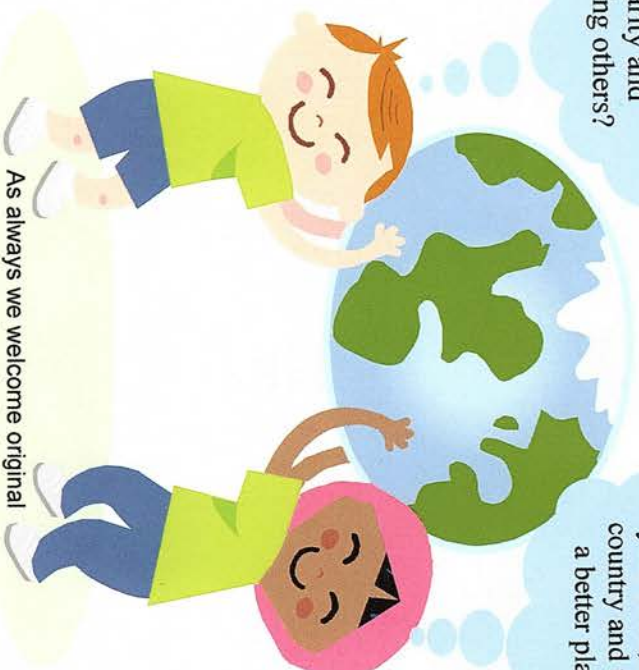
النــور

مئی 2010

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، تعلیمی، تربیّتی اور ادبی مجلّہ

فہرس

نگران: ڈاکٹر احسان اللہ ظفر
امیر جماعت احمدیہ، یو۔ایس۔اے

مدیر اعلیٰ: ڈاکٹر نصیر احمد

مدیر: ڈاکٹر کریم اللہ زیروی

ادارتی مشیر: محمد ظفر اللہ ہنجرا

معاون: حسنیٰ مقبول احمد

لکھنے کا پتہ:
karimzirvi@yahoo.com
Editor Ahmadiyya Gazette
15000 Good Hope Road
Silver Spring, MD 20905

وَتَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلًا

(المزمل: 9)

اور اسکی طرف پوری طرح منقطع ہوتا ہوا الگ ہو جا۔

{700 احکامِ خداوندی صفحہ 58}

قرآن کریم

وَاِذْقَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً ؕ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِیْھَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْھَا وَیَسْفِکُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِکَ وَنُقَدِّسُ لَکَ ؕ قَالَ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ O

(البقرۃ: 31)

اور (اے انسان تو اس وقت کو یاد کر) جب تیرے ربّ نے ملائکہ سے کہا (کہ) مَیں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں (اس پر) انہوں نے کہا (کہ) کیا تو اس میں (ایک ایسا شخص) پیدا کرے گا جو اس میں فساد کرے گا اور خون بہائے گا۔ اور ہم (تو وہ ہیں جو) تیری حمد کے ساتھ (ساتھ تیری) تسبیح بھی کرتے ہیں اور تجھ میں سب بڑائیوں کے پائے جانے کا اقرار کرتے ہیں (اس پر اللہ نے) فرمایا میں یقیناً وہ کچھ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

اس جگہ ایک نکتہ یادرکھنے کے قابل ہے اور وہ یہ کہ آدم کو خلیفہ بنانے کے موقعہ پر جو کچھ خدا تعالیٰ نے فرمایا وہ بھی درست تھا اور جو فرشتوں نے کہا وہ بھی درست تھا صرف نقطۂ نگہ کا فرق تھا۔ اللہ تعالیٰ کی نظر ان صلحاء پر تھی جو آدم کی نسل میں ظاہر ہونے والے تھے اور اس نظام کی خوبیوں پر تھی جو آدم اور اس کے اظلال کے ذریعہ سے دُنیا میں قائم ہونے والا تھا لیکن فرشتوں کی نظر ان بدکاروں پر تھی جو انسانی دماغ کی تکمیل کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کا موردِعتاب بننے والے تھے۔ خدا تعالیٰ آدم کی پیدائش میں محمدی جلوہ کو دیکھ رہا تھا اور فرشتے بوجہلی صفات کے ظہور کو دیکھ کر لرزاں و ترساں تھے اور گو یہ درست ہے کہ جو کچھ فرشتوں نے خلافت کے قیام سے سمجھا تھا درست تھا مگر ان کا یہ خوف کہ ایسا نظام دُنیا کیلئے لعنت کا موجب نہ ہو غلط تھا کیونکہ کسی نظام کی خوبی کا اس کے اچھے ثمرات سے اندازہ کیا جاتا ہے نہ کہ اس میں کمزوری دکھانے والوں کے ذریعہ سے اگر کسی اچھے کام کو اس کے درمیانی خطرات کی وجہ سے چھوڑ دیا جائے تو کوئی ترقی ہو ہی نہیں سکتی۔ ہر بڑا کام اپنے ساتھ خطرات رکھتا ہے ملک کی حفاظت کی خاطر جو جنگ کی جاتی ہے اس میں ہزاروں لاکھوں آدمی مارے جاتے اور زخمی ہوتے ہیں۔ طالب علم، علم کے سیکھنے میں جانیں ضائع کر دیتے ہیں مگر ان نقصانوں کی وجہ سے نہ ملک کی حفاظت ترک کی جاتی ہے اور نہ علم کا سیکھنا پس گو خلافت کے قیام سے انسانوں کا ایک حصہ موردِسزا بننے والا تھا اور مفسد اور قاتل قرار پانے والا تھا مگر ایک دوسرا حصہ خدا تعالیٰ کا محبوب بننے والا تھا اور فرشتوں سے بھی اوپر جانے والا تھا وہ کامیاب ہونے والا حصہ ہی انسانی نظام کا موجب تھا اور اس حصہ پر نظر کر کے کوئی نہیں کہہ سکتا کہ انسانی نظام ناکام رہا بلکہ حق تو یہ ہے کہ اس اعلیٰ حصہ کا ایک ایک فرد اس قابل تھا کہ اسکی خاطر اس سارے نظام کو تیار کیا جاتا۔ اسی حکمت کو مدِّنظر رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے بعض اپنے کامل بندوں سے فرمایا ہے کہ لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الدُّنْیَا (ابن عساکر) اگر تو نہ ہوتا تو ہم دُنیا جہان کے نظام کو ہی پیدا نہ کرتے۔ یہ حدیث قدسی ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت وارد ہوئی ہے بعض اور کامل وجودوں کو بھی اسی قسم کے الہام ہوئے ہیں پس یہ کامل لوگ اس بات کا ثبوت ہیں کہ خدا تعالیٰ کا ارادہ ہی حکمت کے مطابق تھا اور فرشتوں کا خدشہ اس کے مقابل پر کوئی وزن نہ رکھتا تھا۔

(تفسیرِ کبیر جلد اوّل صفحات 283-284)

۔۔۔۔ احادیثِ مبارکہ ۔۔۔۔

عَنْ اَبِیْ مَالِکٍ عَنْ اَبِیْهِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: مَنْ قَالَ لَااِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَکَفَرَ بِمَا یُعْبَدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَرُمَ مَالُهٗ وَحِسَابُهٗ عَلَی اللّٰهِ۔

(مسلم کتاب الایمان باب الامر بقتال الناس حتّٰی یَقُوْلُوْا لا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰہ)

حضرت ابی مالکؓ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔جس نے یہ اقرار کیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور انکار کیا ان کا جن کی اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کی جاتی ہے تو اس کے جان و مال قابل احترام ہو جاتے ہیں (اور اس کو قانونی تحفظ حاصل ہو جاتا ہے) باقی اس کا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے (وہی اس کی نیت کے مطابق اس کو بدلہ دے گا۔بہر حال کلمہ توحید پڑھنے کے بعد بندوں کی گرفت سے وہ آزاد ہے)

عَنْ اُسَامَةَ بْنِ زَیْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ بَعَثَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلَی الْحُرَقَةِ مِنْ جُهَیْنَةَ فَصَبَّحْنَا الْقَوْمَ عَلٰی مِیَاهِهِمْ وَلَحِقْتُ اَنَا وَرَجُلٌ مِنَ الْاَنْصَارِ رَجُلًا مِنْهُمْ فَلَمَّا غَشَّیْنَاهُ قَالَ: لَااِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ فَکَفَّ عَنْهُ الْاَنْصَارِیُّ وَطَعَنْتُهٗ بِرُمْحِیْ حَتّٰی قَتَلْتُهٗ فَلَمَّا قَدِمْنَ الْمَدِیْنَةَ بَلَغَ ذٰلِکَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِیْ: یَا اُسَامَةُ اَقَتَلْتَهٗ بَعْدَ مَاقَالَ لَااِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ؟ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّمَا کَانَ مُتَعَوِّذًا فَقَالَ: اَقَتَلْتَهٗ بَعْدَ مَاقَالَ لَااِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ؟ فَمَا زَالَ یُکَرِّرُهَا عَلَیَّ حَتّٰی تَمَنَّیْتُ اَنِّیْ لَمْ اَکُنْ اَسْلَمْتُ قَبْلَ ذٰلِکَ الْیَوْمِ۔

وَفِیْ رِوَایَةٍ :فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَقَالَ لَااِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَقَتَلْتَهٗ؟ قُلْتُ: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّمَا قَالَهَا خَوْفًا مِنَ السِّلَاحِ قَالَ اَفَلَا شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِهٖ حَتّٰی تَعْلَمَ اَقَالَهَا اَمْ لَا؟ فَمَازَالَ یُکَرِّرُهَا حَتّٰی تَمَنَّیْتُ اَنِّیْ اَسْلَمْتُ یَوْمَئِذٍ۔

(بخاری کتاب المغازی باب بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم اسامة بن زید الی الحرقات من جهینة' مسلم باب تحریم قتل الکافر اذا قال لا اله الّا اللّٰہ)

حضرت اسامہ بن زیدؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ہمیں جہینہ قبیلہ کے نخلستان کی طرف بھیجا جنہوں نے بعض مسلمانوں کو قتل کر کے جلا دیا تھا۔ہم نے صبح صبح ان کے چشموں پر ہی ان کو جالیا۔میں نے اور ایک انصاری نے ان کے ایک آدمی کا تعاقب کیا۔جب ہم نے اس کو جالیا اور اسے مغلوب کر لیا تو وہ بول اٹھا خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔یعنی اس نے اظہار کیا کہ وہ مسلمان ہے۔اس بات پر میرا انصاری ساتھی تو رک گیا لیکن میں نے اسے قتل کر کے چھوڑا۔جب ہم مدینہ واپس آئے اور آنحضرت ﷺ سے اس واقعہ کا ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا: اے اسامہ! کلمہ توحید پڑھ لینے کے باوجود تم نے اسے قتل کر دیا؟ کیا تو نے اس کے لَااِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه کہنے کے باوجود اسے قتل کر دیا؟ آپؐ بار بار یہ دہراتے جا رہے تھے۔یہاں تک کہ میں نے تمنا کی' کاش میں آج سے پہلے مسلمان ہی نہ ہوتا! (تا کہ یہ غلطی مجھ سے سرزد ہی نہ ہوتی)

ایک اور روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کیا جبکہ اس نے لَااِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه کا اقرار کر لیا تو پھر بھی تو نے اسے قتل کر دیا؟ میں نے عرض کیا۔اے اللہ کے رسولؐ اس نے ہتھیار کے ڈر سے ایسا کہا تھا۔آپؐ نے فرمایا تو کیوں نہ تو نے اس کا دل چیر کر دیکھا کہ اس نے دل سے کہا ہے یا نہیں۔حضورؐ نے یہ بات اتنی بار دہرائی کہ میں تمنا کرنے لگا کہ کاش میں آج ہی مسلمان ہوا ہوتا (تا کہ یہ غلطی میرے اعمال نامہ میں نہ لکھی جاتی)

ارشادات حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام

اگر یہی سچ ہے کہ خدا تعالیٰ تمام برکتوں اور اماموں اور ولایتوں پر مُہر لگا چکا ہے اور آئندہ بکلی وہ راہیں بند ہیں تو خدا تعالیٰ کے سچے طالبوں کیلئے اس سے بڑھ کر کوئی دل توڑنے والا واقعہ نہ ہوگا

گویا وہ جیتے جی ہی مر گئے اور ان کے ہاتھ میں بجز چند خشک قصوں کے اور کوئی مغز اور بات نہیں اور اگر شیعہ لوگ اس عقیدہ کو سچ مانتے ہیں تو پھر کیوں پنجوقت نماز میں یہ دعا پڑھتے ہیں اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کیونکہ اس دعا کے تو یہی معنی ہیں کہ اے خدائے قادر ہم کو وہ راہ اپنے قرب کا عنایت کر جو تو نے نبیوں اور اماموں اور صدیقوں اور شہیدوں کو عنایت کیا تھا پس یہ آیت صاف بتاتی ہے کہ کمالات امامت کا راہ ہمیشہ کے لئے کھلا ہے اور ایسا ہی ہونا چاہیئے تھا اس عاجز نے اسی راہ کے اظہار ثبوت کیلئے بیس ہزار اشتہارات مختلف دیار و امصار میں بھیجا ہے۔ اگر یہ برکت نہیں تو پھر اسلام میں فضیلت ہی کیا ہے۔

(الحکم 10 مارچ 1902 صفحہ 2)

یہ ضرور یاد رکھو کہ اس اُمت کیلئے وعدہ ہے کہ وہ ہر ایک ایسے انعام پائے گی جو پہلے نبی اور صدیق پا چکے ہیں پس منجملہ ان انعامات کے وہ نبوتیں اور پیشگوئیاں ہیں جن کی رُو سے انبیاء علیہم السلام نبی کہلاتے رہے لیکن قرآن شریف بجز نبی بلکہ رسول ہونے کے دوسروں پر علوم غیب کا دروازہ بند کرتا ہے جیسا کہ آیت لَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ سے ظاہر ہے پس مصفا غیب پانے کیلئے نبی ہونا ضروری ہوا اور آیت اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ گواہی دیتی ہے کہ اس مصفا غیب سے یہ امت محروم نہیں اور مصفا غیب حسب منطوق آیت نبوت اور رسالت کو چاہتا ہے، اور وہ طریق براہِ راست بند ہے۔ اس لئے ماننا پڑتا ہے کہ اس موہبت کیلئے محض بروز اور ظلیت اور فنافی الرسول کا دروازہ کھلا ہے۔

(ایک غلطی کا ازالہ صفحہ 5 حاشیہ)

خلیفہ جانشین کو کہتے ہیں اور رسول کا جانشین حقیقی معنوں کے لحاظ سے وہی ہو سکتا ہے جو ظلّی طور پر رسول کے کمالات اپنے اندر رکھتا ہو اس واسطے رسول کریمؐ نے نہ چاہا کہ ظالم بادشاہوں پر خلیفہ کا لفظ اطلاق ہو کیونکہ خلیفہ درحقیقت رسول کا ظلّ ہوتا ہے اور چونکہ کسی انسان کیلئے دائمی طور پر بقا نہیں لہٰذا خدا تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ رسولوں کے وجود کو جو تمام دُنیا کے وجودوں سے اشرف و اولیٰ ہیں ظلّی طور پر ہمیشہ کیلئے تا قیامت قائم رکھے۔ سو اسی غرض سے خدا تعالیٰ نے خلافت کو تجویز کیا تا دُنیا کبھی اور کسی زمانہ میں برکاتِ رسالت سے محروم نہ رہے پس جو شخص خلافت کو صرف تیس برس تک مانتا ہے وہ اپنی نادانی سے خلافت کی علّت غائی کو نظر انداز کرتا ہے اور نہیں جانتا کہ خدا تعالیٰ کا یہ ارادہ تو ہرگز نہیں تھا کہ رسول کریم ﷺ کی وفات کے بعد صرف تیس برس تک رسالت کی برکتوں کو خلیفوں کے لباس میں قائم رکھنا ضروری ہے۔ پھر بعد اس کے دُنیا تباہ ہو جائے تو ہو جائے کچھ پروا نہیں۔

(روحانی خزائن جلد نمبر 6۔ شہادت القرآن صفحات 353-354)

منظوم کلام امام الزمان

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

کرو توبہ کہ تا ہو جائے رحمت　　دکھاؤ جلد تر صدق و انابت
کھڑی ہے سر پہ ایسی ایک ساعت　　کہ یاد آ جائے گی جس سے قیامت
مجھے یہ بات مولا نے بتادی　　فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِی

مسلمانوں پہ تب اِدبار آیا　　کہ جب تعلیمِ قرآں کو بھلایا
رسولِ حق کو مٹی میں سُلایا　　مسیحا کو فلک پر ہے چڑھایا
یہ توہیں کرکے پھل ویسا ہی پایا　　اہانت نے انہیں کیا کیا دکھایا
خدا نے پھر تمہیں اب ہے بُلایا　　کہ سوچو عزتِ خیرالبرایا
ہمیں یہ راہ خدا نے خود دکھا دی　　فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِی

کوئی مُردوں میں کیونکر راہ پاوے　　مرے تب بے گماں مُردوں میں جاوے
خدا عیسیٰ کو کیوں مُردوں سے لاوے　　وہ خود کیوں مُہرِ ختمیّت مٹاوے
کہاں آیا کوئی تا وہ بھی آوے　　کوئی اک نام ہی ہم کو بتاوے
تمہیں کس نے یہ تعلیمِ خطا دی　　فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِی

وہ آیا منتظر تھے جس کے دن رات　　معمّہ کُھل گیا روشن ہوئی بات
دکھائیں آسماں نے ساری آیات　　زمیں نے وقت کی دے دیں شہادات
پھر اس کے بعد کون آئے گا ہیہات　　خدا سے کچھ ڈرو چھوڑو معادات
خدا نے اِک جہاں کو یہ سنادی　　فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِی

مسیحِ وقت اب دنیا میں آیا　　خدا نے عہد کا دن ہے دکھایا
مبارک وہ جو اب ایمان لایا　　صحابہؓ سے ملا جب مجھ کو پایا
وہی مے اُن کو ساقی نے پلادی　　فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِی

خطبہ جمعہ

جولوگ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کونہیں ماننے والے ان میں نہ خلافت قائم ہوسکتی ہے اور نہ ہی ان کو وہ برکات حاصل ہوسکتی ہیں جو اس سے وابستہ ہیں

بعض لوگ بے احتیاطی کرتے ہیں ،جذباتی فیصلے ہو رہے ہوتے ہیں،غیروں میں شادیاں ہو رہی ہوتی ہیں جس سے پھر آئندہ نسلیں تباہ ہو رہی ہوتی ہیں اور آہستہ آہستہ پورا خاندان دین سے ہٹ جاتاہے۔

اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو عاجزی میں بڑھاتے ہوئے ، توکّل میں بڑھاتے ہوئے ، اپنے ایمان میں ترقی دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ اپنی مدد اور نصرت کا اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ سے جو سلوک رکھا ہمیں بھی ایسے عمل کی توفیق دے کہ ہم اس میں سے حصہ لیتے رہیں

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ 12 فروری 2010 بمقام مسجد بیت الفتوح، لندن برطانیہ

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰـهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ
وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ
أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○
اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ○ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ○ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ○ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۵ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ○

آج مَیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض صحابہؓ کے ایسے ایمان افروز واقعات آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں جس سے پتہ لگتا ہے کہ کس طرح وہ یقین پر قائم تھے، اللہ تعالیٰ کی ذات پر ان کو یقین تھا۔ اور کیسا ان کا توکّل تھا اور کیسی اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کی محبت تھی اور پھر اللہ تعالیٰ بھی ان کے لئے غیرت کے کیسے عجیب نمونے دکھاتا رہا، ان کا اظہار فرماتا رہا۔

پہلا واقعہ تو یہ ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ بیان فرماتے ہیں کہ وہاں (یعنی کشمیر میں) ایک بوڑھے آدمی تھے انہوں نے بہت سے علوم وفنون کی حدود یعنی تعریفیں یاد کر رکھی تھیں۔ اور بڑے بڑے عالموں سے کسی علم کی تعریف دریافت کرتے۔ وہ جو کچھ بھی بیان کرتے یہ جو عالم صاحب تھے، یہ اس میں کوئی نہ کوئی نقص نکال دیتے۔ کیونکہ ان کو ہر چیز کی تعریف کے پختہ الفاظ یاد تھے۔ اس طرح ہر شخص پر اپنا رعب بٹھانے کی کوشش کرتے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن سرِ دربار مجھ سے دریافت کیا (راجہ کے دربار میں) کہ مولوی صاحب! حکمت کس کو کہتے ہیں؟ اس نے اپنی طرف سے ایسا سوال کیا کہ کوئی تعریف بتائیں گے تو مَیں غلطی نکالوں گا۔ تو حضرت خلیفہ اولؓ کہتے ہیں کہ مَیں نے کہا کہ شرک سے لے کر عام بد اخلاقی سے بچنے کا نام حکمت ہے۔ وہ حیرت سے دریافت کرنے لگے کہ یہ تعریف حکمت کی کہاں لکھی ہے؟ تو خلیفہ اوّلؓ فرماتے ہیں کہ میرے پاس دہلی کے حکیم تھے جو حافظ بھی تھے، بیٹھے ہوئے تھے۔ مَیں نے انہیں کہا کہ ان کو سورۃ بنی اسرائیل کے چوتھے رکوع کا ترجمہ سنا دو جس میں آتا ہے کہ ذٰلِكَ مِمَّا اَوْحٰى

اِلَیْکَ رَبُّکَ مِنَ الْحِکْمَۃِ(بنی اسرائیل:40) پھرتو وہ بہت حیرت زدہ ہوئے۔

(ماخوذاز حیات نور۔ صفحہ 174۔ جدید ایڈیشن ۔مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس ربوہ)

(ماخوذ از مرقاۃ الیقین صفحہ 253,254مطبوعہ ربوہ)

یہ چوتھا رکوع 32 آیت سے لے کر 41 آیت تک ہے۔اس میں مختلف باتیں بیان کر کے اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ یہ سب برائیاں ہیں اور ان سے بچنا حکمت ہے۔ یہ تو علماء کو چیلنج کیا کرتے تھے لیکن اس قسم کے علماء ہر زمانے میں پائے جاتے ہیں جن کا مقصد علم پھیلانا نہیں ہوتا بلکہ اپنی علمیت کا رعب ڈالنا ہوتا ہے۔ تقویٰ سے عاری ہوتے ہیں۔ آجکل کے علماء کا بھی یہ حال ہے۔ اُس زمانہ میں بھی تھا کہ دوسروں پر اپنا علمیت کا رعب ڈالا جائے۔

آج کل مختلف ٹی وی چینلز آتے ہیں۔ اور ان میں یہ لوگ نظر آتے ہیں۔اس حوالہ سے مَیں سب احمدیوں سے اور خاص طور پر نوجوانوں سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آج کل جو مختلف ٹی وی پروگرام آ رہے ہیں ان کے حوالوں سے متاثر نہ ہو جایا کریں۔ مثلاً پچھلے دنوں میں پاکستان میں ایک ٹی وی چینل پر ایک عالم نے نوجوانوں کو اپنے ساتھ لگانے کے لئے، اپنی طرف کھینچنے کے لئے ایک یہ شوشہ چھوڑا کہ قرآن کریم میں کہیں نہیں لکھا ہوا کہ عورتوں کے لئے پردہ ضروری ہے، یہ تو صرف نبی کی بیویوں کے لئے تھا۔ حالانکہ قرآن کریم میں سورۃ احزاب میں جہاں نبی کی بیویوں کے لئے حکم ہے وہاں عام مومنوں کے لئے بھی حکم ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ

(الاحزاب:60)

کہ اے نبی اپنی بیویوں اور اپنی بیٹیوں اور مومنوں کی بیویوں سے کہہ دے کہ جب وہ باہر نکلا کریں تو اپنی چادر سروں پر گھسیٹ کر اپنے سینوں تک لے آیا کریں۔ اب اس میں بھی بعض لوگوں نے تاویلیں نکالنی شروع کر دی ہیں کہ چادر سروں سے گھسیٹ کر سینوں پہ لانے کا مطلب یہ ہے کہ اگر سر ننگا بھی ہو جائے تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اور اس کا نتیجہ یہ نکل رہا ہے کہ عموماً مسلمان ملکوں میں اب نہ سر کا پردہ رہا ہے نہ ہی باقی جسم کا پردہ رہا ہے۔ اس کی وجہ سے یہاں یورپ میں تو ایک ردّعمل ہے جو پردہ کے خلاف بعض جگہ مہم کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ اور یہی عالم صاحب جو ہیں، مَیں نے خود تو ان کا پروگرام نہیں سنا لیکن مَیں نے سنا ہے کہ انہوں نے ایک یہ بھی شوشہ چھوڑا ہے کہ قرآن کریم سے کہیں ثابت نہیں ہوتا کہ اب خلافت کی ضرورت ہے یا یہ کہ خلافت قائم رہے گی۔ ہاں بلاشبہ ان لوگوں کے لئے تو نہیں ہے کیونکہ جو لوگ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ماننے والے نہیں ہیں، زمانہ کے امام کو ماننے والے نہیں ہیں، نہ ان میں خلافت قائم ہو سکتی ہے اور نہ ہی ان کو وہ برکات حاصل ہو سکتی ہیں جو اس سے وابستہ ہیں۔ بہرحال یہ تو ضمناً ایک ذکر آ گیا۔

اگلا واقعہ بھی حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کا ہی ہے۔عبدالقادر صاحب سابق سوداگرمل نے بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ آپ کہیں لاہور تشریف لائے۔ (یہ پہلے کی بات ہے) ڈاکٹر محمد اقبال صاحب ان دنوں گورنمنٹ کالج لاہور میں پڑھتے تھے۔ کالج کے پروفیسر مسٹر آرنلڈ صاحب نے کہا کہ تثلیث کا مسئلہ کسی ایشیائی دماغ میں آ ہی نہیں سکتا۔ (یعنی یہ عیسائیوں کا مسئلہ ہے یہ تو کسی ایشیائی دماغ میں نہیں آ سکتا)۔ تو ڈاکٹر صاحب موصوف جو علامہ اقبال کہلائے، وہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی خدمت میں آئے اور پروفیسر کی یہ بات بتائی۔ اور عرض کی کہ مَیں اس کا جواب کیا دوں؟ تو آپؓ نے فرمایا کہ پروفیسر صاحب کو جا کر کہیں کہ اگر آپ کا یہ دعویٰ صحیح ہے تو حضرت مسیحؑ اور آپ کے حواری بھی اس مسئلے کو نہیں سمجھے ہوں گے کیونکہ وہ بھی ایشیائی تھے۔ یہ جواب سن کر پروفیسر صاحب ایسے خاموش ہوئے کہ گویا انہوں نے کبھی یہ دعویٰ کیا ہی نہیں۔ پھر آگے لکھا ہے کہ سنا گیا ہے کہ یورپ میں بھی ایک کانفرنس میں انہوں نے یہ اعتراض پیش کیا مگر وہاں سے بھی انہیں کوئی تسلی بخش جواب نہیں ملا۔

(ماخوذ از حیات نور صفحہ 106-107۔ جدید ایڈیشن ۔ضیاء الاسلام پریس ربوہ)

(حیات نور۔ عبدالقادر (سابق سوداگر مل) صفحہ 106-107جدید ایڈیشن ۔ مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس ۔ربوہ)

پھر ایک واقعہ حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی بیان کرتے ہیں کہ سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کے عہد مبارک میں جبکہ پنجاب کے مختلف علاقوں میں طاعون کے حملے ہو رہے تھے مَیں تبلیغ کی غرض سے موضع گوٹریالہ تحصیل کھاریاں ضلع گجرات گیا اور وہاں ایک مخلص احمدی چوہدری سلطان عالم صاحب کے پاس چند دن رہا۔ دوران قیام میں ہر رات مَیں ان کے مکان کی چھت پر چڑھ کر تقریریں کرتا رہا اور لوگوں کو احمدیت کے متعلق سمجھاتا رہا۔ چونکہ ان تقریروں میں اُن لوگوں کو

طاعون وغیرہ کے عذابوں سے بھی ڈراتا رہا۔ اس لئے ایک دن صبح کے وقت اس گاؤں کے کچھ افراد میرے پاس آئے اور کہنے لگے آپ نے اپنی تقریروں میں مرزا صاحب کے نہ ماننے والوں کو طاعون وغیرہ سے بہت ڈرایا ہے۔ مگر آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ موضع گوڑیالہ بہت بلندی پر واقع ہے اور پھر اس کی فضا اور آب و ہوا اتنی عمدہ ہے کہ یہاں وبائی جراثیم پہنچ ہی نہیں سکتے۔ تو مولوی صاحب کہتے ہیں مَیں نے ان کو کہا کہ یہ تو بالکل درست ہے۔ مگر آپ لوگ یہ بتائیں کہ مجھ سے پہلے کبھی کوئی احمدی مبلغ اس گاؤں میں آیا ہے جس نے آپ کو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تبلیغ کی ہو؟۔ گاؤں والوں نے کہا نہیں پہلے تو کوئی نہیں آیا۔ تو مولوی صاحب کہتے ہیں مَیں نے کہا یہی وجہ ہے کہ آپ کا گاؤں ابھی تک محفوظ ہے۔ اب میری تبلیغ اور آپ لوگوں کے انکار کے بعد بھی اگر یہ گاؤں خدا تعالیٰ کے عذاب سے محفوظ رہا تو پھر مَیں سمجھوں گا کہ واقعی اس گاؤں کی عمدہ فضا خدا تعالیٰ کے ارشاد وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا (بنی اسرائیل:16) کی وعید کو روک سکتی ہے۔ (یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم ہرگز عذاب نہیں بھیجتے جب تک کسی بستی میں رسول نہ بھیج دیں)۔ تو کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی حکمت ہے کہ مَیں تو ان لوگوں کو یہ بات کہہ کر چلا آیا لیکن چند دن بعد ہی اس گاؤں میں چوہے مرنے شروع ہو گئے۔ پھر طاعون نے ایسا شدید حملہ کیا کہ اس گاؤں کے اکثر محلّے موت نے خالی کر دیئے اور کئی لوگ بھاگ کر دوسرے دیہات میں چلے گئے۔

(ماخوذ از حیات قدسی از حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی صفحہ 136۔ جدید ایڈیشن۔ ضیاء الاسلام پریس ربوہ)

تو اللہ تعالیٰ کے عذاب کے بھی مختلف طریقے ہیں۔ طاعون تو ایک ایسا عذاب تھا جس کی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پہلے خبر دی تھی۔ پھر آپ نے اپنا ایک نشان زلزلوں کا بھی بتایا۔ آج بھی دنیا میں مختلف شکلوں میں عذاب آ رہے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی نہ پہچان کرنا چاہتے ہیں، نہ زمانہ کے امام کی پہچان کرنا چاہتے ہیں۔ نہ دنیا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی پہچان کرنا چاہتی ہے بلکہ حس ہی مر گئی ہے۔ دنیا میں ہر جگہ تباہی پر تباہی آ رہی ہے۔ لیکن بالکل اس بارہ میں سوچنے کی طرف توجہ ہی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو ان کو عقل دے اور دنیا کو ہر قسم کی آفات سے محفوظ رکھے۔

پھر ملک صلاح الدین صاحب مولانا بقاپوری صاحب جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی تھے کے بارہ میں اپنی روایت میں لکھتے ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے سندھ کے علاقہ میں تبلیغی مشن قائم فرمایا۔ مولانا بقاپوری صاحب کو اس علاقہ میں امیر التبلیغ مقرر فرمایا۔ اس وقت سنجوگی قوم میں جو سندھ میں ایک لاکھ کے قریب ہے آریہ قوم نے ملکانوں کی طرح ارتداد کا جال پھیلا دیا تھا۔ مولانا صاحب محنت کر کے چند ماہ میں سندھی کی چند کتابیں پڑھ کر تقریر کرنے کے قابل ہو گئے۔ (اب یہ بھی اس زمانہ میں ان لوگوں کی بڑی ہمت اور محنت اور شوق تھا کہ چند مہینے میں سندھی زبان بھی سیکھ لی اور تقریر کرنے کے قابل بھی ہو گئے۔) اور اولاً سب علاقہ میں آریہ سماجیوں کا کامیابی سے مقابلہ کیا۔ جس جگہ یہ لوگ سادہ لوح سندھیوں کو ورغلا کر ارتداد پر آمادہ کرتے مولانا صاحب وہاں پہنچ کر انہیں اسلام پر پختہ کرتے۔ اس طرح شب و روز کی ایک لمبی جدوجہد کا نتیجہ یہ ہوا کہ سات آٹھ ماہ میں ہی سنجوگی قوم جو تھی اس سے آریہ سماج مایوس ہو گئے اور ارتداد کی یہ آگ بھی سرد ہو گئی۔

لیکن پھر دوسرے سال یہ واقعہ ہوا کہ 1924ء میں علماء، امراء، فقراء یہ تینوں مل کر مولوی صاحب کے مقابلے پر کھڑے ہو گئے اور جا بجا مباحثات شروع ہو گئے اور مولانا بقاپوری صاحب اکیلے ہوتے تھے اور غیر احمدی علماء کافی تعداد میں آتے تھے۔ بعض دفعہ کہتے ہیں کہ درجن تک ہو جاتے تھے مگر اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمیشہ آپ ہی کو غلبہ ہوتا۔ نتیجتاً احمدیت کی طرف لوگوں کی توجہ اور بڑھتی گئی۔۔۔ اس وجہ سے سندھ میں بعض مقامات پر جماعتیں بھی قائم ہو گئیں۔ پھر مزید لوگ باتیں سننے لگے۔ دلچسپی پیدا ہوئی تو علماء پر بھی رعب پڑ گیا اور مولوی بقاپوری کا نام لے کر کہتے تھے کہ ہم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے اور اس سے جو شریف لوگ تھے ان کی مزید توجہ پیدا ہوئی۔ بہت سے افراد کو اللہ تعالیٰ نے احمدیت قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ 1928ء میں (باوجود علالت کے وہ مختلف شہروں میں جا کے تبلیغ کر رہے تھے تو اس وقت سندھی احمدیوں کی صرف ایک جماعت تھی جو دو چار خاندانوں پر مشتمل تھی لیکن اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل سے 50 جماعتیں وہاں قائم ہو گئیں۔) مولانا بشارت بشیر صاحب بھی لکھتے ہیں کہ سنجوگی قوم نے قبول اسلام کے بعد غیر مسلم اقارب سے رشتے ناطے جاری رکھے اور یہی وجہ ان کے ایمان کی کمزوری کی ہوئی۔ بعد میں پھر آہستہ آہستہ وہ احمدیت سے بھی اور اسلام سے بھی دور ہٹتے چلے گئے۔

پس آج بھی احمدیوں کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ بعض لوگ بے احتیاطی کرتے ہیں، جذباتی فیصلے ہو رہے ہوتے ہیں۔ غیروں میں شادیاں ہو رہی ہوتی

ہیں جس سے پھر آئندہ نسلیں تباہ ہورہی ہوتی ہیں اور آہستہ آہستہ پورا خاندان دین سے ہٹ جاتا ہے۔

پھر کہتے ہیں کہ مولانا صاحب کو علم ہوا کہ لاڑکانہ کے قریب ایک شہر میں شدھی ہونے والی ہے۔ تو آپ وہاں پہنچے اور مسلمان حافظ گوکل چند نامی کو جو رئیس اور وہاں کے مسلمان نمبردار تھے، انہیں سمجھایا۔ کہنے لگے مولویوں نے ہماری مدد نہیں کی۔ اب ہندوؤں سے عہد ہو چکا ہے پرسوں سارا شہر جو ہے وہ ہندو ہو جائے گا۔ پھر انہوں نے مولوی صاحب کو کھانے کے لئے کہا تو آپ نے کھانے سے انکار کر دیا اور کہا میں تمہاری روٹی ہرگز نہیں کھاؤں گا اور ساتھ ہی زار زار رونا شروع کر دیا۔ اس سے لوگ بہت متاثر ہوئے۔ پھر باتیں کرنے لگے۔ آپ کو کھانا کھانے کو کہا آپ نے پھر انکار کر دیا اور آنسو جاری رہے۔ تو رئیس نے کہا کہ عہد توڑنا تو جرم ہے، گناہ ہے۔ مولوی صاحب نے کہا کہ ایمان سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔ تو یہ بات اس کی سمجھ میں آ گئی اور اس نے کہا کہ ہم ہرگز شدھ نہیں ہوں گے اور ہم خط بھجوا دیتے ہیں کہ وہ ہرگز نہ آئیں۔ مولوی صاحب نے کہا کہ پہلے آپ خط لکھیں۔ پھر مَیں کھانا کھاؤں گا۔ چنانچہ آپ نے خط لکھوایا کہ اسلام ایک زندہ مذہب ہے اور ہم تمہیں بھی اس کے قبول کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ ہم میں سے کوئی بھی اپنا مذہب نہیں چھوڑے گا اور اگر کسی نے دوبارہ آنے کی کوشش کی تو بہت ذلیل ہو گا۔ اس کے بعد پھر آپ نے کھانا کھایا اور آریہ وہاں بھی ناکام ہوئے اور بڑے تلملائے۔

(ماخوذ از اصحاب احمد جلد 10 صفحہ 236,234۔ جدید ایڈیشن مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس ربوہ)

سید سرور شاہ صاحب کے بارہ میں ایک روایت ہے کہ حضرت مولوی صاحب کا علم جس اعلیٰ پایہ کا تھا اور علماء ہم عصر پر جو اثر تھا وہ ذیل کے واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے۔ (حضرت سرور شاہ صاحب بڑے لمبے عرصہ تک مفتی سلسلہ بھی رہے ہیں۔) سید صاحب علاج کے لئے ہری پور میں مقیم تھے کہ ہسپتال کے قریب ایک پہلوان سے آپ نے دریافت کیا کہ یہ سامنے مولوی صاحب کون ہیں۔ (آپ کو کوئی مولوی صاحب نظر آئے ہوں گے)۔ اس نے کہا کہ کوٹ نجیب اللہ کے مولوی منہاج الدین ہیں جو اپنے آپ کو رئیس المناظرین کہتے ہیں اور آپ سے مباحثہ کرنا چاہتے ہیں۔ (انہوں نے سنا کہ مولوی صاحب یہاں آئے ہوئے ہیں اور بڑے عالم ہیں تو انہوں نے غیر احمدی مولوی سے کہا کہ اچھا مَیں تو بہت بڑا مناظر ہوں۔ تو مَیں مباحثہ کروں گا۔) آپ کے دریافت کرنے پر اس نے کہا کہ نئی بات جو آپ نے اختیار کر لی ہے اس کے متعلق یعنی احمدیت کے بارہ میں کل اس مقام پر اسی وقت 10 بجے مباحثہ ہو گا۔ چنانچہ آپ اگلے روز انتظار کرتے رہے اور مخالف مولوی نہ آئے۔ (یہ بھی بڑا دلچسپ واقعہ ہے۔) ہری پور بازار کے آخری سرے کے آگے کچھ حصہ خالی ہے۔ پھر سکندر پور بازار شروع ہوتا ہے۔ وہ کہتے ہیں ہری پور بازار کی طرف آپ روانہ ہوئے اور وسط میں پہنچ کر دیکھا کہ مولوی صاحب اور اس کے ساتھی آ رہے ہیں لیکن آپ کو دیکھتے ہی واپس مڑے اور بھاگنا شروع کر دیا۔ یعنی اس غیر احمدی مولوی نے بھاگنا شروع کر دیا۔ تو مولوی صاحب بیان کرتے ہیں کہ مَیں بھی ان کے پیچھے دوڑا۔ میرا خیال تھا کہ جامعہ مسجد میں پہنچے ہوں گے لیکن وہاں سے پتہ لگا کہ وہ ادھر نہیں آئے۔ چنانچہ مَیں دوسری طرف گیا تو دیکھا کہ مولوی صاحب ایک کیچڑ والے نالے میں سے گزر کر پار باغ کی طرف جا رہے ہیں۔ وہ پہلوان جو تھا وہ اس کنارے پر کھڑا بڑے زور سے ہنس رہا تھا۔ اتنا ہنس رہا تھا کہ ہنس ہنس کے اس کی آنکھوں سے آنسو آ گئے۔ تو اس نے بتایا کہ یہ مولوی منہاج الدین صاحب کل فلاں مولوی صاحب کے پاس سکندر پور گئے اور ان سے کتابیں لے کر مباحثہ کے لئے تیاری کرنے لگے اور ساری رات کتابیں پڑھتے رہے۔ صبح مولوی صاحب (یعنی جو دوسرے غیر احمدی مولوی صاحب تھے) فجر کے لئے آئے تو دریافت کیا کہ آپ کیا کر رہے ہیں کہ آپ ساری رات نہیں سوئے۔ انہوں نے کہا مولوی سرور شاہ صاحب کے ساتھ مباحثہ کرنے کے لئے حوالے تلاش کرتا رہا ہوں۔ لیکن جس تفسیر کو دیکھتا ہوں اس میں حضرت عیسیٰؑ کی زندگی اور وفات دونوں کا ذکر پایا جاتا ہے۔ اس لئے کوئی قاطع دلیل (کوئی اچھی دلیل جو منہ بند کرانے والی ہو) وہ نہیں مل رہی۔ تو سکندر پور والے مولوی صاحب استاذ الکل تھے انہوں نے مباحثہ کے لئے تیاری کرنے والے مولوی کو کہا کہ مولوی سرور شاہ صاحب کے احمدی ہونے کی وجہ سے مجھے آپ سے زیادہ صدمہ ہوا ہے اور مجھے بھی ان لوگوں نے ان کے ساتھ مباحثہ کرنے کے لئے آمادہ کیا ہے لیکن مَیں نے اس امر سے کنارہ کشی اختیار کر لی ہے اس لئے کہ مولوی صاحب سارے ضلع کو آگے لگا لینے والے ہیں ان سے مباحثہ کرنے کا نتیجہ یہ ہو گا کہ تمام ضلع کے علماء ان کے آگے آگے بھاگنے لگیں گے اور ان سے جتنی زیادہ باتیں کی جائیں گی اتنا ہی زیادہ نقصان ہو گا اور علماء کی مٹی پلید ہو گی۔ سو پہلوان نے کہا کہ اسی وجہ سے مولوی صاحب مباحثہ کے لئے آپ کے پاس نہیں آئے اور اب آپ کو دیکھ کر بھاگ گئے ہیں۔

(ماخوذ از اصحاب احمد جلد پنجم صفحہ 44-454 مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس ربوہ)

آج بھی علماء کا یہی حال ہے۔ دعوے بڑے کرتے ہیں۔ ٹی وی پر بھی آتے ہیں لیکن جب پیغام بھیجو کہ ٹھیک ہے ہمارے سے اپنے ٹی وی چینل پہ یا ہمارے پہ ایک مناظرہ کرلو تو کوئی جواب ہی نہیں دیا جاتا۔ یہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جو الہام ہے۔ نُصِرْتَ بِالرُّعْبِ (تذکرہ صفحہ 53 ایڈیشن چہارم 2004ء مطبوعہ ربوہ) اس کا اللہ تعالیٰ آپ کے ماننے والوں کے ذریعہ بھی لوگوں پر اثر دکھا رہا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ؓ حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ قادیان میں ایک دفعہ پادری زویمر آیا۔ یہ دنیا کا مشہور ترین پادری اور امریکہ کا رہنے والا تھا۔ وہ وہاں کہیں بہت بڑے تبلیغی رسالہ کا ایڈیٹر تھا اور یوں بھی ساری دنیا کی عیسائی تبلیغی سوسائٹیوں میں ایک نمایاں مقام رکھتا تھا۔ اس نے قادیان کا بھی ذکر سنا ہوا تھا۔ جب وہ ہندوستان میں آیا تو اور مقامات دیکھنے کے بعد وہ قادیان آیا۔ اس کے ساتھ ایک اور پادری گارڈن (یا گورڈن) نامی بھی تھا۔ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب مرحوم اس وقت زندہ تھے۔ انہوں نے اسے قادیان کے تمام مقامات دکھائے مگر پادری آخر پادری ہوتے ہیں وہ بھی طنزیہ بات کرنے سے نہیں رہ سکا۔ ان دنوں قادیان میں ابھی ٹاؤن کمیٹی وغیرہ نہیں تھی اور ویسے بھی ہمارے ہندو پاکستان کے چھوٹے گاؤں اور قصبے جو ہیں وہاں گلیوں میں بعض دفعہ بلکہ اکثر گند نظر آتا ہے۔ یعنی گلیوں میں بہت گند پڑا رہتا تھا۔ پادری زویمر باتوں باتوں میں ہنس کر کہنے لگا کہ ہم نے قادیان بھی دیکھ لیا اور نئے مسیح کے گاؤں کی صفائی بھی دیکھ لی۔ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب اسے ہنس کے کہنے لگے پادری صاحب! ابھی پہلے مسیح کی ہی ہندوستان پر حکومت ہے اور یہ اس کی صفائی کا نمونہ ہے۔ نئے مسیح کی حکومت ابھی قائم نہیں ہوئی۔ اس پر وہ بہت شرمندہ ہوا۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر جلد ہفتم صفحہ 89 مطبوعہ ربوہ)

پیر سراج الحق صاحب نعمانی حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ منشی ظفر احمد صاحب ساکن کپورتھلہ اور ایک شاگرد یا مرید مولوی رشید احمد گنگوہی میں حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام کی وفات وحیات کے متعلق گفتگو ہوئی۔ اس گفتگو میں تو مولوی صاحب کا مرید نا کام رہا کہ حیات مسیح علیہ السلام ثابت کر سکے۔ مگر گفتگو اس پر آٹھہری کہ اتنی لمبی عمر کسی انسان کی پہلے ہوئی ہے؟ یعنی 120 سال۔ اور اب ہو سکتی ہے کہ نہیں۔ اس میں بھی وہ لاجواب رہا۔ انہوں نے دلیلیں دیں۔ آخر کار اس نے ایک خط مولوی رشید احمد صاحب کو لکھا۔ مولوی صاحب نے اس کے جواب میں لکھا کہ ہاں اتنی لمبی عمر، 120 سال ہی نہیں بلکہ اس سے زیادہ عمر بھی ہو سکتی ہے۔ بلکہ عیسیٰ تو دو ہزار سال سے آسمان پر بیٹھے ہیں۔ (مولوی صاحب کی دلیل ذرا سنیں کہ) دیکھو حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے شیطان اب تک زندہ چلا آتا ہے اور کتنے ہزار برس ہو گئے۔ اس کے جواب میں منشی ظفر احمد صاحب نے فرمایا کہ ذکر تو انسانوں کی عمر کا تھا نہ کہ شیطان کا۔ کیا نعوذ باللہ حضرت مسیح علیہ السلام شیطانوں میں سے تھے جو شیطانوں کی عمر کی مثال دی ہے اور یہ بھی ایک دعویٰ ہے۔ یہ تمہارا دعویٰ ہے۔ مولوی رشید احمد صاحب دعویٰ اور دلیل میں فرق نہیں سمجھتے تھے۔ (ایک دعویٰ ہوتا ہے ایک دعویٰ کے بعد اس کی سچائی کے لئے دلیل دی جاتی ہے۔) تو دعویٰ اور دلیل میں فرق ہے۔ کہتے ہیں مولوی صاحب دعویٰ اور دلیل کا فرق نہیں سمجھتے تھے کہ اس پر کیا دلیل دی ہے کہ وہی شیطان آدم والا اب تک زندہ ہے اور اس کی اتنی بڑی لمبی عمر ہے۔ منشی صاحب موصوف کے اس جواب کو سن کر مولوی رشید صاحب کو ان کے مرید نے پھر ایک خط لکھا کہ مولوی صاحب یعنی منشی ظفر احمد صاحب یہ جواب دے رہے ہیں۔ تو مولوی رشید صاحب نے ان کو (اپنے مرید کو) جواب دیا کہ تمہارا مقابل مرزائی ہے اس سے کہہ دو کہ ہم مرزائی سے کلام نہیں کرتے اور تم بھی مت ملو۔

(ماخوذ از اصحاب احمد جلد چہارم صفحہ 50۔ جدید ایڈیشن مطبوعہ قادیان)

تو یہ تو ہے نام نہاد علماء کا قصہ۔ آج بھی پہلے بھی اور کل بھی رہے گا۔

حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب کے متعلق بیان کیا جاتا ہے۔ روایت ہے کہ ڈاکٹر صاحب رام پور کے دربار میں داخل ہو کر بلند آواز سے السلام علیکم کہتے جو کہ آداب دربار کے خلاف تھا کہ اتنی اونچی آواز میں السلام علیکم کہا جائے۔ اس طرح آپ نواب صاحب کے آگے تعظیم کے لئے جھکتے بھی نہیں تھے۔ درباری لوگوں کا یہ رواج تھا کہ جب کوئی دربار میں داخل ہو تو بڑے ادب سے داخل ہو اور آگے بڑا جھک کے اور بڑی آہستگی سے سلام کرو۔ جب ڈاکٹر صاحب کو توجہ دلائی گئی تو انہوں نے فرمایا کہ مَیں سوائے خدا کے اور کسی کے سامنے نہیں جھکتا۔ نواب صاحب نے تبدیلی اور سخت اقدامات کی دھمکی دی کہ آپ کو تبدیل کردوں گا اور بھی سخت اقدامات کروں گا۔ یہ ڈاکٹر تھے۔ سرکاری ملازم تھے۔ تو آپ نے فرمایا کہ میرے خدا کے ہاتھ میں آپ کی گردن ہے۔ جب چاہے آپ کو اس منصب سے ہٹا سکتا ہے اور نواب صاحب کے دربار میں اس کو چیلنج کر دیا اور تاریخ شاہد ہے کہ ایسا ہی ہوا۔ حضرت ڈاکٹر صاحب نے حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت اقدس میں

دعا کے لئے عریضہ لکھا جس کے جواب میں حضرت اقدس نے تحریر فرمایا ''مجی عزیزی ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب سلمہٗ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ کا کارڈ پہنچا۔ مَیں انشاء اللہ آپ کے لئے دعا کروں گا۔ مگر آپ نہایت استقامت سے اپنے تئیں رکھیں۔ کم دلی ظاہر نہ ہو۔ خدا تعالیٰ کا فضل ہر جگہ پر درکار ہے۔ مسافرت اور غربت میں دعا اور تضرع سے بہت کام لینا چاہئے''۔ اور پھر اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا نے وہ اثر دکھایا کہ نواب رام پور کو انگریزی ریذیڈنٹ کی سفارش پر حکومت ہند نے دماغی مریض ثابت ہونے پر نااہل قرار دے دیا اور معزول کر دیا۔ جو شخص ڈاکٹر صاحب کی تبدیلی اور فراغت کی دھمکیاں دے رہا تھا باوجود صاحب اقتدار ہونے کے خود ہی بیچارہ معزول ہو گیا۔

(ماخوذ از سیرت و سوانح حضرت حافظ ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحبؓ مصنفہ حنیف احمد محمود صفحہ 70 مطبع شیخ طارق محمود پانی پتی لاہور)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک زمانہ میں مَیں لاہور کے سٹیشن پر شام کو اترا۔ بعض اسباب ایسے تھے کہ چینیاں والی مسجد میں گیا تو شام کی نماز کے لئے وضو کر رہا تھا کہ مولوی محمد حسین بٹالوی کے بھائی میاں علی محمد نے مجھ سے کہا کہ جب عمل قرآن مجید اور حدیث پر ہوتا ہے تو ناسخ و منسوخ کیا بات ہے۔ (غیر احمدیوں کا نظریہ ہے ناں کہ کچھ آیتیں منسوخ ہیں)۔ تو مَیں نے ان کو کہا یہ کچھ نہیں ہیں۔ وہ پڑھے ہوئے نہیں تھے گو میر ناصر کے استاد تھے۔ ان کا دینی علم زیادہ نہیں تھا۔ انہوں نے اپنے بھائی سے ذکر کیا ہوگا۔ مولوی محمد حسین بٹالوی یہ ان دنوں جوان تھے اور بڑا جوش تھا۔ یہ خلیفہ اوّل کی بیعت سے پہلے کی بات ہے ۔ تو کہتے ہیں مَیں نماز پڑھ رہا تھا اور وہ مولوی صاحب جوش سے ادھر ادھر ٹہل رہے تھے۔ جب مَیں نماز سے فارغ ہوا تو انہوں نے کہا ادھر آؤ تم نے میرے بھائی کو کہہ دیا کہ قرآن میں ناسخ و منسوخ نہیں ہیں۔ مَیں نے کہا ہاں نہیں ہیں۔ تب بڑے جوش سے کہا کہ تم نے ابو مسلم اصفہانی کی کتاب پڑھی ہے؟ وہ احمق بھی قائل نہ تھا۔ حضرت خلیفہ اوّلؓ کہتے ہیں مَیں نے کہا پھر تم ہم دو ہو گئے۔ پھر اس نے کہا کہ سیّد احمد کو جانتے ہو؟ مراد آباد میں صدر الصدور ہے۔ مَیں نے جواب دیا کہ مَیں رام پور لکھنو اور بھوپال کے عالموں کو جانتا ہوں ان کو نہیں جانتا۔ اس پر کہا کہ وہ بھی قائل نہیں۔ تب مَیں نے کہا کہ بہت اچھا پھر ہم اب تین ہو گئے۔ پھر مولوی صاحب کہنے لگے کہ یہ سب بدعتی ہیں۔ امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جو نسخ کا قائل نہیں وہ بدعتی ہے۔ تو مَیں نے کہا تم دو ہو گئے۔ مَیں ناسخ و منسوخ کا ایک آسان فیصلہ آپ کو بتاتا ہوں، تم کوئی آیت پڑھ دو جو منسوخ ہو۔ اس کے ساتھ ہی میرے دل میں خیال آیا کہ اگر یہ ان پانچ آیتوں میں سے پڑھ دے تو کیا جواب دوں گا۔ خدا تعالیٰ ہی سمجھائے تو بات بنے۔ فکر پیدا ہوئی۔ (حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ملنے سے پہلے کا قصہ ہے)۔ اس نے ایک آیت پڑھی مَیں نے کہا کہ فلاں کتاب میں جس کے تم بھی قائل ہو اس کا جواب دیا ہے۔ کہنے لگا ہاں۔ پھر مَیں نے کہا اور پڑھو تو خاموش ہی ہو گیا۔ علماء کو یہ وہم رہتا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ ہتک ہو۔ اس لئے اس نے یہی غنیمت سمجھا کہ چپ رہے۔

(ماخوذ از مرقاۃ الیقین فی حیات نور الدین۔ مرتبہ اکبر شاہ خان نجیب آبادی ۔صفحہ 125-126۔ ضیاء الاسلام پریس ربوہ)

لیکن آج کل کے بیچارے علماء کا یہ حال نہیں۔ ڈھٹائی کی انتہا ہوئی ہوتی ہے۔ ویسے بعد میں تو ان کا بھی یہی حال تھا۔ انہی مولوی محمد حسین بٹالوی کی آگے جاگ چل رہی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ فرماتے ہیں کہ میرا خدا ہمیشہ میرا خزانچی رہا ہے۔ یہ توکّل کی بھی ایک مثال ہے کیونکہ میرا توکّل ہمیشہ خدا پر رہا ہے اور وہی قادر ہر وقت میری مدد کرتا رہا ہے۔ چنانچہ ایک وقت مدینہ میں میرے پاس کچھ نہ تھا حتیٰ کہ رات کو کھانے کے لئے بھی کچھ نہ تھا۔ جب نماز عشاء کے لئے وضو کر کے مسجد کو چلا۔ تو راستے میں ایک سپاہی نے مجھ سے کہا کہ ہمارا افسر آپ کو بلاتا ہے۔ مَیں نے نماز کا عذر کیا، پر اس نے کہا مَیں نہیں جانتا مَیں تو سپاہی ہوں۔ حکم پر کام کرتا ہوں۔ آپ چلیں ورنہ مجھے مجبوراً لے جانا ہوگا۔ ناچار مَیں اس کے ہمراہ ہو گیا۔ وہ ایک مکان پر مجھے لے گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک امیر افسر سامنے جلیبیوں کی بھری ہوئی رکابی رکھ کے بیٹھا ہے۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ اسے کیا کہتے ہیں۔ مَیں نے کہا کہ ہمارے ملک میں اسے جلیبی کہتے ہیں۔ کہا کہ ایک ہندوستانی سے سن کر مَیں نے یہ بنوائی ہیں۔ خیال کیا کہ اس کو پہلے کسی ہندوستانی کو ہی کھلاؤں گا۔ چنانچہ مجھے آپ کا خیال آ گیا ۔ اس لئے مَیں نے آپ کو بلوایا اب آپ آگے بڑھیں اور کھائیں۔ مَیں نے کہا نماز کے لئے اذان ہو گئی ہے۔ فرصت سے نماز کے بعد کھاؤں گا۔ کہا مضائقہ نہیں۔ ہم ایک آدمی کو مسجد بھیج دیں گے کہ تکبیر ہوتے ہی آ کر کہہ دے۔ خیر کھا کر میرا پیٹ بھر گیا تو ملازم نے اطلاع دی کہ نماز تیار ہے اور تکبیر ہو چکی ہے۔ تو اس طرح اللہ تعالیٰ نے کھانے کا انتظام کیا۔

پھر فرماتے ہیں کہ دوسری صبح ہی جب مَیں اپنا بستہ صاف کر رہا تھا اور اپنی

کتابیں الٹ پلٹ کر رہا تھا تو ناگہاں ایک پاؤنڈ مل گیا۔ چونکہ مَیں نے کبھی کسی کا مال نہیں اٹھایا اور نہ کبھی مجھے کسی کا روپیہ دکھلائی دیا اور مَیں یہ خوب جانتا تھا کہ اس مقام پر مدت سے میرے سوا کوئی اور آدمی نہیں رہا اور نہ کوئی آیا۔ لہٰذا مَیں نے اسے خدائی عطیہ سمجھ کر لے لیا اور شکر کیا کہ بہت دنوں کے لئے یہ کام دے گا۔

(حیات نور صفحہ 515-516 ۔ جدید ایڈیشن ۔ مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس ربوہ)

حضرت حافظ روشن علی صاحبؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن مَیں نے ابھی کھانا نہیں کھایا تھا۔ سبق کے انتظار میں بیٹھے بیٹھے کھانے کا وقت گزر گیا۔ (اس فکر میں تھے کہ کہیں میں چلا گیا تو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی کلاس نہ شروع ہو جائے، آپ پڑھایا کرتے تھے) ۔ حتیٰ کہ ہمارے حدیث کا سبق شروع ہو گیا۔ مَیں اپنی بھوک کی پرواہ نہ کرکے سبق میں مصروف ہو گیا اور کہتے ہیں کہ مَیں ابھی سبق پڑھنے والے طالب علم کی آواز سن رہا تھا اور سب کچھ دیکھ بھی رہا تھا کہ یکا یک سبق کی آواز جو تھی مدھم ہو گئی اور میرے کان اور آنکھیں باوجود بیداری کے سننے اور دیکھنے سے رہ گئے۔ اس حالت میں میرے سامنے کسی نے تازہ بتازہ تیار ہوا کھانا رکھ دیا۔ گھی میں تلے ہوئے پراٹھے اور بھنا ہوا گوشت تھا۔ مَیں نے خوب مزہ لے لے کر کھانا کھایا۔ جب مَیں سیر ہو گیا، پیٹ بھر گیا تو پھر میری یہ حالت منتقل ہو گئی۔ واپس اسی پہلی حالت میں آ گیا اور مجھے پھر سبق کی آواز سنائی دینے لگی۔ مگر اس وقت بھی میرے منہ میں کھانے کی لذت موجود تھی اور میرے پیٹ میں سیری کی طرح کھانا کھانے کے بعد جو بوجھل پن ہوتا ہے وہ بھی تھا۔ اور اسی طرح لگ رہا تھا کہ یہ کھانا کھانے سے مجھے بالکل تازگی ہو گئی ہے جیسی کہ عموماً ظاہری کھانا کھانے سے ہوتی ہے۔ جبکہ مَیں کہیں گیا بھی نہیں تھا اور نہ کسی نے مجھے کھانا کھاتے دیکھا ہے۔

(ماخوذ از حیات نور صفحہ 289-290 ۔ جدید ایڈیشن ۔ مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس ربوہ)

تو یہ بھی ایک نظارہ تھا اور حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی ایک جگہ اسی حوالے سے اس نظارے کو بیان فرمایا ہے۔

حضرت منشی ظفر احمد صاحب نے بیان کیا کہ میری موجودگی کا واقعہ ہے کہ گورداسپور میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک مقدمہ کے تعلق میں قیام فرما تھے۔ (بہت سارے لوگ آتے تھے اور کھانا بھی پکایا جاتا تھا) تو باورچی نے دیکھا۔ جتنے دوست موجود تھے ان کی تعداد کے مطابق کھانے کا انتظام کیا گیا۔ لیکن پھر اور مہمان آ گئے، اندازے سے زیادہ مہمان آ گئے اور کھانا پھر بھی کفایت کر گیا (پورا ہو گیا)۔ تو اس نے صبح کے کھانے کے متعلق یہ ماجرا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کر کے کہ کیا اتنا ہی کھانا کل بھی پکانا ہے جتنا آج پکایا تھا یا زیادہ پکاؤں (کیونکہ مہمان زیادہ آ گئے تھے۔) تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کیا تم خدا تعالیٰ کا امتحان کرنا چاہتے ہو؟

(ماخوذ از اصحاب احمد جلد چہارم صفحہ 227-2287 ۔ جدید ایڈیشن مطبوعہ قادیان)

اللہ تعالیٰ نے اس وقت عزت رکھ لی اب تم زیادہ کھانا تیار کرو۔ تو یہ بھی جو اللہ تعالیٰ کی مدد آئی اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جان بوجھ کر اللہ تعالیٰ کو آزمایا جائے۔

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے بارہ میں مختار احمد صاحب ہاشمی ذکر کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھے ہدایت فرمائی کہ اگر آپ کی نظر میں کوئی امداد کا مستحق ہو اور وہ خود سوال کرنے میں حجاب محسوس کرتا ہو تو ایسے افراد کا نام آپ اپنی طرف سے پیش کر دیا کریں۔ مگر یہ خیال رہے کہ وہ واقعی امداد کا مستحق ہے۔ چنانچہ مَیں اس عرصہ میں ہر موقع پر مستحق افراد کے نام پیش کر کے انہیں امداد دلواتا رہا ہوں۔ ایک دفعہ حضرت میاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چند غرباء کو رقم بطور امداد ادا کرنے کی مجھے ہدایت فرمائی۔ مگر مَیں خاموش ہو رہا اس پر حضرت میاں صاحب نے میری طرف دیکھتے ہوئے میری خاموشی کی وجہ دریافت فرمائی۔ مَیں نے عرض کیا کہ امدادی فنڈ ختم ہو چکا ہے اور کوئی گنجائش باقی نہیں رہی۔ آپ نے مشفقانہ نگاہوں سے میرے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے فرمایا کہ گھبرائیں نہیں۔ رقم اوورڈرا (Overdraw) کروالیں اور ان لوگوں کو ادا کر دیں۔ اللہ تعالیٰ بہت روپیہ دے گا چنانچہ اگلے چند دنوں میں ہی اس مد میں سینکڑوں روپے آ گئے۔

(حیات بشیر مصنفہ عبدالقادر سابق سوداگر مل صفحہ 271 مطبوعہ۔ ضیاء الاسلام پریس ربوہ)

صباح الدین صاحب کی حضرت مرزا شریف احمد صاحب کے بارہ میں ایک روایت ہے۔ کہتے ہیں مَیں نے ان سے خود سنا ہے جب آپ انگلستان تشریف لائے تو اس دوران مختلف سفر بھی ہو رہے تھے۔ ایک کارخانہ بھی قادیان میں لگنا تھا شاید اس کے لئے کچھ چیزیں بھی خرید رہے تھے۔ یا اور معلومات لے رہے ہوں گے۔ بہر حال سفر کے دوران آپ نے اپنے ساتھ مدد کے لئے ایک انگریز بھی رکھا ہوا تھا۔ اس نے بتایا کہ سفر خرچ کا جو فنڈ ہے وہ ختم ہو رہا ہے اور اب سفر جاری رکھنا مشکل ہے۔ تو آپ نے فرمایا: فکر نہ کرو۔ انشاء اللہ انتظام ہو جائے گا۔ تو وہ شخص جو

انگریز تھا۔ بہت حیران ہوا کہ اس ملک میں آپ اجنبی ہیں اور پھر یہاں رقم کا کیسے انتظام ہو سکے گا۔ حضرت میاں صاحب فرماتے ہیں کہ مَیں نے خدا سے دعا کی کہ خدا تو ہی اس پردیس میں ہماری مدد فرما۔ فرماتے ہیں کہ اگلے ہی روز ہم بازار سے جا رہے تھے کہ ایک شخص نے آپ کو روک لیا اور سینٹ سینٹ (Saint,Saint) پکارنے لگا۔ جس کے معنی ہیں ولی۔ اور ایک بڑی رقم کا چیک آپ کی خدمت میں پیش کر کے آپ سے دعا کی درخواست کی۔ تو وہ شخص جو آپ کا مددگار تھا اس واقعہ سے بڑا حیران ہوا اور کہنے لگا کہ واقعی آپ لوگوں کا خدا نرالا ہے۔

(ماخوذ از سیرت حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ صفحہ 85-86 مطبوعہ ربوہ)

حضرت شیخ فضل احمد صاحب بٹالوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سفر ڈلہوزی میں میرے ہمراہ میری اہلیہ اوّل، ان کے بھائی اکبر علی صاحب اور میرے بھائی امیر احمد صاحب سفر کر رہے تھے۔ ہم ایک سرکاری پردہ دار بیلوں والے ٹانگہ میں تھے۔ تین چار ٹانگے ہندو کلرکوں کے بھی تھے۔ اس زمانہ میں وہی ذریعہ آمدورفت تھا، لمبا سرکاری سفر تھا۔ تو ہم شام کے وقت 'دُنیرا' کے پڑاؤ پر پہنچے۔ وہاں کے ہندو سٹور کیپروں نے اپنے ہندو بھائیوں کو خیمے دے دیئے جن میں ان کے اہل وعیال اُتر پڑے اور مَیں کھڑا رہ گیا۔ ہر چند اِدھر اُدھر مکانات اور خیموں کی تلاش کی مگر بے سود۔ اکبر علی صاحب نے گھبرا کر مجھے کہا کہ رات سر پر آ گئی ہے اب کیا ہوگا؟ مَیں نے کہا خدا داری چہ غم داری۔ (کہ جو خدا پر بھروسہ کرے اسے کیا غم ہے۔) خدا ضرور کوئی سامان کر دے گا۔ اتنے میں ایک گھوڑ سوار آیا اور اس نے مجھ سے محبت سے سلام کیا اور کہا: ہیں! آپ کہاں؟ مَیں نے قصہ سنایا۔ کہنے لگا آپ ذرا ٹھہریں مَیں ابھی آتا ہوں۔ تھوڑی دیر میں وہ ایک خیمہ اور گھاس لایا اور چند سپاہی بھی۔ جن کے ذریعہ اس نے خیمہ لگوایا اور گھاس اس میں بچھا کر کہا اپنے گھر والوں کو اس میں اتار دیں۔ پھر ایک اور خیمہ بطور بیت الخلاء کے لگوا دیا۔ پھر کہا کہ مَیں آپ کے لئے کھانا لاتا ہوں مگر کچھ دیر ہو جائے گی آپ معاف کریں۔ چنانچہ ضروری سامان پانی وغیرہ بھجوا کر خود قریباً گیارہ بجے رات کے کھانا زردہ، دال روٹی وغیرہ لایا اور معذرت کرنے لگا کہ چونکہ دیر ہو گئی تھی اس لئے گوشت نہیں مل سکا۔ دال ہی مل سکی ہے آپ یہی قبول فرمائیں۔ پھر پوچھنے پر کہنے لگا آپ مجھے نہیں جانتے۔ مَیں نے کہا معاف کریں۔ مجھے آپ سے ایک دفعہ کی ملاقات کا شبہ پڑتا ہے وہ بھی کچھ یاد نہیں کہاں ہوئی تھی۔ تو اس نے کہا آپ نے میری درخواست لکھی تھی جس پر مجھے دفعداری مل گئی تھی۔ (سرکاری نوکری کی پروموشن ہو گئی تھی)۔ اس لئے مَیں آپ کا شکر گزار ہوں۔ اور کہا اب رات بہت ہو گئی ہے مَیں جاتا ہوں اور چند آدمی چھوڑ گیا جو رات کو پہرہ دینے والے تھے تاکہ وہاں کوئی سامان وغیرہ چوری نہ ہو۔ اور کہتے ہیں اس کے بعد مَیں نے سجدات شکر ادا کئے اور اللہ تعالیٰ کی اس بندہ نوازی نے میرے ایمان میں بڑی ترقی بخشی۔

(ماخوذ از اصحاب احمد جلد سوم صفحہ 79-80۔ جدید ایڈیشن۔ مطبوعہ قادیان)

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مہاراجہ کشمیر نے مجھ سے کہا کہ کیوں مولوی جی۔ تم ہم کو تو کہتے ہو تم سؤر کھاتے ہو اس لئے بے جا حملہ کر بیٹھتے ہو۔ (مہاراجہ کشمیر کے سامنے اس کو یہ کہتے تھے کہ آپ لوگ صرف سؤر کھاتے ہیں اور کوئی گوشت نہیں کھاتے۔ اس لئے غصہ میں ذرا سخت ہیں۔) بھلا یہ تو بتاؤ کہ انگریز بھی تو سؤر کھاتے ہیں۔ وہ کیوں اس طرح ناعاقبت اندیشی سے حملہ نہیں کرتے۔ تو مَیں نے کہا وہ ساتھ ہی گائے کا گوشت بھی کھاتے رہتے ہیں اس سے اصلاح ہو جاتی ہے۔ سن کر خاموش ہو گئے اور پھر دو برس تک مجھ سے کوئی مذہبی مباحثہ نہیں کیا۔

(مرقاۃ الیقین فی حیات نور الدین مرتبہ اکبر شاہ خان نجیب آبادی صفحہ 252 مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس ربوہ)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''وہ (اللہ تعالیٰ) قرآن شریف میں اس تعلیم کو پیش کرتا ہے۔ جس کے ذریعہ سے اور جس پر عمل کرنے سے اسی دنیا میں دیدار الٰہی میسر آ سکتا ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے:

مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖ اَحَدًا

(الکھف: 111)

یعنی جو شخص چاہتا ہے کہ اسی دنیا میں اُس خدا کا دیدار نصیب ہو جائے جو حقیقی خدا اور پیدا کنندہ ہے۔ پس چاہئے کہ وہ ایسے نیک عمل کرے جن میں کسی قسم کا فساد نہ ہو۔ یعنی عمل اس کے نہ لوگوں کے دکھلانے کے لئے ہوں نہ ان کی وجہ سے دل میں تکبر پیدا ہو کہ مَیں ایسا ہوں اور ایسا ہوں۔ اور نہ وہ عمل ناقص اور ناتمام ہوں۔ اور نہ ان میں کوئی ایسی بدبو ہو جو محبتِ ذاتی کے برخلاف ہو بلکہ چاہئے کہ صدق اور وفاداری سے بھرے ہوئے ہوں اور ساتھ اس کے یہ بھی چاہئے کہ ہر ایک قسم کے

شرک سے پرہیز ہو۔ نہ سورج نہ چاند نہ آسمان کے ستارے، نہ ہوا، نہ آگ، نہ پانی نہ کوئی اور زمین کی چیز معبود ٹھہرائی جائے۔ اور نہ دنیا کے اسباب کو ایسی عزت دی جائے اور ایسا ان پر بھروسہ کیا جائے کہ گویا وہ خدا کے شریک ہیں۔ اور نہ اپنی ہمت اور کوشش کو کچھ چیز سمجھا جائے کہ یہ بھی شرک کے قسموں میں سے ایک قسم ہے۔ بلکہ سب کچھ کر کے یہ سمجھا جائے کہ ہم نے کچھ نہیں کیا۔ اور نہ اپنے علم پر کوئی غرور کیا جائے اور نہ اپنے عمل پر کوئی ناز، بلکہ اپنے تئیں فی الحقیقت جاہل سمجھیں اور کاہل سمجھیں اور خدا تعالیٰ کے آستانہ پر ہر ایک وقت روح گری رہے اور دعاؤں کے ساتھ اس کے فیض کو اپنی طرف کھینچا جائے۔ اور اس شخص کی طرح ہو جائیں کہ جو سخت پیاسا اور بے دست و پا بھی ہے اور اس کے سامنے ایک چشمہ نمودار ہوا ہے نہایت صافی اور شیریں۔ پس اس نے افتاں و خیزاں بہرحال اپنے تئیں اس چشمہ تک پہنچا دیا"۔ (گرتے پڑتے اس تک پہنچ گئے) "اور اپنی لبوں کو اس چشمہ پر رکھ دیا اور علیحدہ نہ ہوا جب تک سیراب نہ ہوا"۔

(لیکچر لاہور۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 154 مطبوعہ ربوہ)

اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو عاجزی میں بڑھاتے ہوئے، توکّل میں بڑھاتے ہوئے، اپنے ایمان میں ترقی دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت کے نظارے ہم اپنے ساتھ بھی دیکھیں اور علم و عمل میں ترقی کرنے والے ہوں اور اس (نظارے) کو بھی اللہ تعالیٰ کے انعامات میں سے انعام سمجھیں۔ ہم ہمیشہ تکبر اور دنیاداری سے بچتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ سے اپنی مدد اور نصرت کا جو سلوک رکھا ہمیں بھی ایسے عمل کی توفیق دے کہ ہم اس میں سے حصہ لیتے رہیں اور ہم اللہ تعالیٰ کے حضور ہمیشہ جھکنے والے رہیں اور ہمیشہ اس چشمے سے سیراب ہونے کی کوشش کرتے رہیں۔

بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

"۔۔۔تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے۔ جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک میں نہ جاؤں۔ لیکن مَیں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا۔ جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی۔۔۔۔"

(روحانی خزائن جلد 20 الوصیة صفحہ نمبر 6)

رُخِ انور کو تکنے طالِب و مطلوب سب پہنچے

احمد مبارک، نیویارک

مجھے رستہ دکھانے کو ستارہ دُور تک پہنچا
کہیں بھٹکا نہیں آخر دَرِ مَسرُور تک پہنچا

رُخِ انور کو تکنے طالِب و مطلوب سب پہنچے
ہجومِ عاشقاں پہنچا ۔ بُتِ مغرُور تک پہنچا

نِدا ایسی پلٹ کر اَنفس و آفاق سے آئی
اندھیرے سے نکل کر آبشارِ نُور تک پہنچا

زمیں سے آسماں تک حُسن کا شعلہ لپکتا تھا
میں اُسکے عشق میں جلتا ہوا جب طُور تک پہنچا

مئے عرفانِ تازہ چل رہی تھی اس کی مجلس میں
پیالہ در پیالہ مجھ دلِ مخمُور تک پہنچا

زمانہ چل رہا ہے کس قدر بے سمت و بے منزل
میرے مالک تو اس کو وقت کے مامور تک پہنچا

رسول اللہ ﷺ کے مقرب صحابہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ

مولانا حکیم دین محمد صاحب

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سپرد جب خدا تعالیٰ نے نبوت کی ذمہ داری ڈالی تو آپ گھبرائے اور دعا کی واجعل لی وزیرا من اھلی یعنی آپ نے اپنے وزیر کا مطالبہ کیا جو آپ کا بوجھ ہلکا کرے۔ مگر آنحضرت ﷺ کی نسبت خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ ووضعنا عنک وزرک الذی۔۔۔ اس خبر کے مطابق وہ کون لوگ تھے جو آپ پر ایمان لائے۔ جونہی آپ پر خدا کی وحی کا نزول ہوا اور آپ نے محسوس فرمایا کہ اتنا بڑا بوجھ ہے جو آج تک کسی اور نبی پر نہیں ڈالا گیا تو آپ نے اپنی زوجہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے اظہار فرمایا تو انہوں نے بے ساختہ کہا آپ گھبرائیں نہیں اللہ تعالیٰ آپ کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔

چنانچہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کی گھبراہٹ کو دُور کرنے کیلئے ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ جو اسرائیلی علوم کے عالم تھے۔ وہ سنتے ہی فرماتے ہیں یہ ویسی وحی ہے جیسے موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی اور کہا کہ لم یأت رجل قط بمثل ما جئت بہ الا عودی (بخاری کتاب الوحی) کہ جو شخص بھی ایسا پیغام لایا لوگوں کی مخالفت سے نہیں بچا۔ گھر میں چچیرا بھائی ہے جو جوانی کی عمر کو پہنچنے والا ہے اور جو نوجوانوں میں تبلیغ کا اچھا ذریعہ بن سکتا ہے۔ وہ جب اپنے بھائی اور بھاوج کو نبوت کی ذمہ داری کی باتیں کرتے سنتا ہے تو بڑی متانت سے آگے بڑھ کر کہتا ہے کہ میں یقین رکھتا ہوں کہ آپ سچے ہیں اور ضرور خدا تعالیٰ نے آپ سے باتیں کی ہیں اور دنیا کی اصلاح کیلئے آپ کو مامور کیا گیا ہے۔ گھر میں ایک آزاد کردہ غلام ہے جو اپنے ماں باپ کو چھوڑ کر آپ کے اخلاق کا گرویدہ ہو کر آپ کے دروازہ پر بیٹھا تھا۔ جب وہ آپ پر عائد شدہ خدائی ذمہ داری کو سنتا ہے اور اپنے آقا کے چہرہ پر فکر کے آثار دیکھتا ہے تو آگے بڑھ کر اپنے آقا کے دامن کو تھام لیتا ہے۔

اسی طرح آپ کا ایک گہرا دوست جو گویا ایک ہی صدف میں پلنے والا دوسرا موتی تھا، وہ سفر سے واپسی پر آپ کے دعویٰ کی خبر سنتے ہی بھاگا ہوا آپ کے گھر آ کر آپ کے دروازہ کو دستک دیتا ہے اور پوچھتا ہے کیا آپ نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے؟ تو آنحضرت ﷺ اسے سمجھانا چاہتے ہیں۔ مگر وہ کہتا ہے خدا کی قسم دلیلیں نہ دیجئے۔ صرف یہ بتائیے کہ کیا واقعی آپ نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے؟ آپ کے تصدیق کرنے پر کہتا ہے میرے سچے دوست میں آپ پر ایمان لایا۔ آپ تو غضب ہی کرنے لگے تھے۔ دلیلیں دے کر میرے ایمان کو مشتبہ ہی کرنے لگے تھے۔ میرے دوست جس نے تیرے چہرے کو دیکھا ہے وہ کب تیری باتوں میں شبہ کر سکتا ہے۔

ان پانچ ابتدائی فدائیوں کے عقیدت و اخلاص کے اس اظہار نے آنحضرت ﷺ کے دل میں کس قدر خوشی پیدا کی ہوگی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خدا تعالیٰ سے ایک وزیر مانگا تھا لیکن خدا تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو بن مانگے پانچ جاں نثار فدائی عشاق عطا کر دیئے۔ جنہوں نے اپنی زندگی میں فدائیت کے ایسے جوہر دکھائے کہ کمال کر دیا۔ پھر قریب زمانہ میں طلحہؓ، زبیرؓ، حمزہؓ، عثمانؓ، عثمان بن مظعونؓ آپ کو ملے اور مکہ سے ہجرت کے بعد خدا تعالیٰ نے مہاجرین اور انصار سے بے شمار فدائی عطا فرمائے۔ یہ تو ابتدائی وجود تھے۔ اس کے بعد جیسے جیسے صحابہؓ کی جماعت تیار ہوئی اور وہ آپ کی صحبت سے فیضیاب ہوئے ان کا نام قرآن مجید میں ساجدین آیا ہے۔

مدنی زندگی میں آنحضرت ﷺ نے مہاجرین اور انصار میں رشتہ مواخات قائم فرما دیا جس کے بارہ میں قرآن مجید نے ان الفاظ میں ذکر کیا ہے:

(ترجمہ) وہی ہے جس نے تجھ کو مومنوں کے ذریعہ اور اپنی مدد کے ذریعہ مضبوط کیا اور ان کے دلوں کو آپس میں باندھ دیا۔ (یہاں تک کہ صحابہؓ تیرے پسینے کی جگہ اپنا خون بہانے کیلئے تیار ہو گئے) اگر تو جو کچھ زمین میں ہے ان پر خرچ کر دیتا تو بھی ان کے دلوں کو اس طرح باندھ نہیں سکتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان میں باہمی محبت قائم کر دی ہے۔ وہ یقیناً غالب اور بڑی حکمت والا ہے۔

(الانفال: 63-64)

مدنی زندگی میں جب صحابہؓ پر مشرکین اور کفار کی طرف سے لڑائی مسلط ہوئی اور مدافعت کے طور پر ان پر جہاد بالسیف فرض ہوا تو جنگ بدر کے موقعہ پر آنحضرت ﷺ کے انصار سے مشورہ طلب کرتے وقت ان کے نمائندے نے جس فدائیت کا اظہار کیا وہ دنیا کی تاریخ میں ان کے سوا کسی نے نہیں کیا اور عملی طور پر شوق

شہادت میں منھم من قضٰی نحبہ ...کی خلعت سے سرفراز ہوئے۔مجموعی طور پر انہوں نے خیر البریہ کا لقب بھی خدا تعالیٰ سے حاصل کیا اور پھر نفس مطمئنہ کے حصول کے ساتھ رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ کا انعام پاکر خدا تعالیٰ کے فضل سے اپنی زندگی کے مقصد کو پانے میں انہوں نے کامیابی حاصل کی۔تاریخِ اسلام میں ان کی فدائیت کا نظارہ آنحضرت ﷺ کی وفات پر نظر آتا ہے۔اس وقت صحابہؓ میں فدائیت سے جنون کی کیفیت پیدا ہوگئی۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے اسلام کے فدائی ننگی تلوار لے کر اعلان کررہے تھے کہ جو شخص آنحضرت ﷺ کی وفات کا نام لے گا اس کا سر قلم کردوں گا۔آخر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب اعلان کیا کہ جو تم میں سے محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا، وہ فوت ہوگئے ہیں اور جو خدا تعالیٰ کی عبادت کیا کرتا تھا، وہ حی و قیوم ہے اور اس پر سورۃ آل عمران آیت 145 کی تلاوت کی۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ قرآن کی یہ آیت سن کر نڈھال ہوکر گر گئے۔اور بعد میں بتایا کہ اس وقت اس آیت قرآنی کا یہ اثر تھا کہ گویا یہ اب نازل ہوئی ہے۔اس وقت صحابہؓ کے ترجمان حضرت حسان بن ثابتؓ انصاری نے یہ اشعار پڑھے۔

کنت السواد لناظری
فعمی علیک الناظر
من شاء بعدک فلیمت
فعلیک کنت احاذر

غرضیکہ ایسی فدائیت، جاں نثاری، فنافی الرسول، توحید حقیقی کی علمبردار جماعت صحابہؓ کو بعد میں آنے والوں کیلئے اسوۂ کامل کا مقام ملا اور جس سے بڑھ کر یہ مقام کسی نبی کے متبعین کو حاصل نہیں ہوا۔

سیرت حضرت ابوبکرؓ

ان کا نام دَورِ جاہلیت میں عبدالکعبہ تھا۔اسلام لانے کے بعد آنحضرت ﷺ نے اس کو بدل کر عبداللہ کردیا۔صدیق اور عتیق ان کے لقب ہیں اور ابوبکر کنیت ہے۔اور یہی زیادہ مشہور ہے۔ان کی والدہ ام الخیر بنی تیم میں سے تھیں۔ان کی خصوصیت یہ ہے کہ ابوبکرؓ ان کے والد ابوقحافہؓ بیٹے عبدالرحمٰنؓ اور پوتے محمد بن عبدالرحمٰن چار پشتیں صحابی ہیں۔ان کی ولادت آنحضرت ﷺ کی پیدائش کے اڑھائی سال بعد ہوئی۔جوانی کے ہی زمانہ سے ان کے اخلاق پسندیدہ اور خصائل شریفانہ تھے۔ایمان لانے کے بعد دعوت اسلام میں آنحضرت ﷺ کو ان سے عظیم الشان تعاون ملا اور بڑے بڑے صحابہؓ جن کے کارنامے تاریخ اسلام میں نمایاں ہیں ان کے ذریعہ اسلام میں داخل ہوئے۔مثلاً حضرت عثمانؓ حضرت زبیرؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، نے ان کے ذریعہ اسلام قبول کیا۔علاوہ ازیں بہت سے افراد جو اسلام قبول کرنے کے بعد اپنے ظالم آقاؤں کے ظلم اور سختی کا نشانہ بنے ہوئے تھے۔اس زمرہ میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا آقا ان کے مسلمان ہوجانے کی وجہ سے جوش غضب میں دوپہر کے وقت تپتی ریت پر لٹا کر ان کے سینہ پر بھاری پتھر رکھتا اور کہتا کہ جب تک لات اور عزیٰ پر ایمان نہیں لائے گا اس عذاب میں مبتلا رکھوں گا۔مگر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ دکھ برداشت کرتے تھے اور اُحد اُحد پکار کر خدا کی وحدانیت کا اعلان کرتے تھے۔یہ حالت اور تکلیف دیکھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو رحم آیا اور آپ نے اسے خرید کر آزاد کرا دیا۔آپ کی سیرت اور فضائل کے بارہ میں حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی کتاب سرّ الخلافۃ میں لکھا ہے کہ جو حقائق آپ ان کے بارہ میں لکھ رہے ہیں یہ حقائق آپ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ظاہر کئے گئے ہیں۔ان میں سے صرف حسب گنجائش چند خوبیوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔فرمایا:

''حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ایک کامل عارف باللہ انسان تھے۔جن کے خلق، حلم اور بردباری سے پر تھے۔اور رحم کرنے والی فطرت رکھتے تھے۔وہ تواضع اور انکسار کے لبادہ میں ملبوس رہتے تھے۔بہت زیادہ درگزر، شفقت اور رحم کرنے والے انسان تھے۔وہ اپنی پیشانی کے نور سے پہچانے جاتے تھے۔آنحضرت ﷺ سے گہرا تعلق رکھتے تھے اور ان کی روح رسول اللہ کی روح سے ملی ہوئی تھی۔وہ اس کے نور سے ڈھانپے گئے تھے۔خدا کی قسم ابوبکر رضی اللہ عنہ اسلام کیلئے آدم ثانی تھے۔اور خیرالانام سیدنا محمد ﷺ کے مظہر اول تھے۔وہ نبی نہ تھے مگر نبی والی قوتیں (صلاحیتیں) رکھتے تھے۔اسی کے صدق اور سچائی کی وجہ سے اسلام کے باغ کی رونق و خوبصورتی اپنے کمال کو پہنچی۔ان مصیبتوں کے بعد جو اسلام کو نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد وارد ہوئیں میں نے صدیق رضی اللہ عنہ کو واقعہ میں سچا پایا ہے اور یہ امر مجھ پر بڑی تحقیق کے بعد کھلا ہے۔میں نے انہیں اماموں کا امام، دین کا اور امت کا چراغ پایا ہے۔خدا کی قسم ابوبکر رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے دونوں حرموں (مکہ و مدینہ) میں بھی ساتھی تھے اور دونوں قبروں میں بھی ساتھی تھے۔یعنی غارِ ثور کی قبر میں اور وفات کے بعد مدینہ کے حجروں میں۔پس حضرت ابوبکرؓ کا مقام دیکھو اگر تو گہری نظر رکھنے والا ہے۔اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف قرآن مجید میں انتہائی عمدہ طریق پر کی ہے۔اس میں کوئی شک نہیں وہ اللہ کا مقبول اور اس کا پیارا تھا۔اور مجھے علم دیا گیا

ہے کہ ابوبکرؓ کی بڑی عظیم شان تھی۔اور تمام صحابہؓ میں آپ ہی کا مقام سب سے بلند تھا اور آپ کی خلافت کے بارہ میں قرآنی آیات میں پیشگوئی تھی۔اللہ تعالیٰ ابوبکرؓ پر رحم کرے۔انہوں نے اسلام کو زندہ کیا اور زندیقوں کو قتل کیا اور وہ اپنی نیکیوں کی وجہ سے قیامت کے دن تک کامیابی حاصل کر گئے۔آستانہ الٰہی پر گریہ وزاری کرنے والوں میں سے تھے۔ان کی عادت میں تضرع اور دعا کرنا تھا۔وہ دعا اور سجدہ میں بہت اجتہاد کرتے تھے۔اور تلاوت قرآن کریم کے وقت ان کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ اسلام کیلئے باعث فخر تھے۔ان کی خداداد صلاحیتیں خیر البریہ محمد مصطفیٰ ﷺ کی صلاحیتوں سے قریب اور مشابہ تھیں۔حضرت ابوبکرؓ کی خوبیوں کو نہ گنا جا سکتا ہے نہ شمار کیا جا سکتا ہے۔ان کے بہت سے احسانات مسلمانوں کی گردنوں پر ہیں جن کا انکار زیادتی اور ظلم کرنے والوں کے علاوہ اور کوئی نہیں کر سکتا۔اللہ تعالیٰ نے انہیں قیام امن کا موجب بنایا مومنوں کیلئے اور کافروں اور مرتدین کی آگ کو بجھانے کا سبب بنایا۔اور انہیں قرآن مجید کے اول حامیوں میں سے بنایا اور پھر اس کا خادم بنایا۔اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تبلیغ اور اشاعت کرنے والا بنایا۔انہوں نے قرآن مجید کو جمع کرنے کیلئے اپنی پوری کوششیں صرف کردیں۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو ثانی اثنین کہہ کر اپنی رضامندی کی خلعت پہنائی۔ابن خلدون نے کہا ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ کی تکلیف بڑھ گئی اور آپ پر بے ہوشی طاری ہوگئی تو آپ کی بیویاں اور اہل بیت اور عباسؓ اور علیؓ آپؐ کے پاس تھے۔نماز کا وقت ہوا تو آپؐ نے فرمایا کہ ابوبکرؓ کو نماز میں لوگوں کی امامت کا حکم دو۔ابن خلدون نے کہا کہ نبی کریم ﷺ کی تین وصیتوں میں سے ایک یہ تھی کہ مسجد میں جتنے لوگوں کے دروازے کھلتے ہیں۔ابوبکرؓ کے دروازہ کے علاوہ سب بند کر دیئے جائیں۔ابن خلدون نے کہا ابوبکرؓ کی خصوصیات جو اللہ تعالیٰ نے اسے عطا کی تھیں میں سے یہ بھی تھا کہ ان کا جنازہ بھی اس چارپائی پر اٹھایا گیا جس پر رسول کریم ﷺ کا۔اور ان کی قبر بھی نبی کریم ﷺ کی قبر کی طرح بنائی گئی۔ان کی لحد بھی نبی کریم ﷺ کی لحد کے قریب بنائی گئی اور ان کا سر نبی کریم ﷺ کے کندھوں کے برابر رکھا گیا۔ان کے منہ سے آخری بات جو نکلی وہ توفنی مسلما والحقنی بالصالحین تھی۔

(سرّ الخلافۃ۔ روحانی خزائن جلد8 صفحہ 355, 395)

سیرت حضرت عمرؓ

نبی کریم ﷺ کے مبعوث ہونے کے ساتھ ہی آپ کی رسالت پر ایمان نہیں لائے بلکہ مسلمانوں کے مخالف ہو کر ایذا دہی کرتے رہے پھر آنحضرت ﷺ کی آپ کی ہدایت کیلئے دعا کی قبولیت کے باعث اسلام قبول کیا۔ایک روز آنحضرت ﷺ کے قتل کے ارادہ سے نکلے راستہ میں علم ہوا کہ آپ کی بہن اور بہنوئی مسلمان ہو چکے ہیں ان کے گھر کا قصد کیا۔وہاں پہنچ کر بہنوئی پر حملہ آور ہوئے بہن بیچ میں حائل ہو کر زخمی ہوگئیں۔بہن نے جوش میں آکر اپنے ایمان کا اظہار کیا۔بہن کو زخمی حالت میں دیکھ کر شرمندہ ہو کر قرآن مجید کے طالب ہوئے۔بہن نے کہا پہلے آپ غسل کریں پھر قرآن دوں گی۔غسل کیا،قرآن پڑھا۔ہدایت کا وقت آچکا تھا۔قرآن مجید پڑھتے ہی حقانیت دل میں بیٹھ گئی۔سیدھے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں دارِ ارقم میں حاضر ہو کر بیعت کا شرف حاصل کیا۔آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد خلیفہ ثانی مقرر ہوئے۔ان کی سیرت کے بارہ میں حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب سرّ الخلافہ میں آپ کے عربی منظوم کلام سے آپ کی سیرت سے اخص امور پیش کئے جاتے ہیں۔حضرت عمر فاروقؓ ہر فضیلت میں حضرت ابوبکرؓ کے مشابہ تھے اور آپ نے ایک مدبر بادشاہ کی طرح رعایا کا انتظام کیا۔آپ نے اخلاص سے کوشش کی۔جس سے خلافت کیلئے عزت اور شان عظیم ظاہر ہوئی۔آپ کے عہد میں ستارہ سورج بن گیا تھا۔پس آفرین ہے اس پر بھی اور اس کے پاک وقت پر بھی۔اس نے ہر معرکے میں دشمن کا مقابلہ کیا اور ہر متکبر جنگ جو کو ہلاک کیا۔اس نے قوی ہاتھوں سے بڑا نشان دکھایا۔پس آفرین ہے اس فتح مند جواں مرد پر۔وہ پیوند شدہ کمبل میں لوگوں کا امام تھا اور غبار آلودہ چادر میں ملکوں کا بادشاہ تھا۔اسے انوار الٰہی دیئے گئے۔سو وہ خدا کا محدث بن گیا۔اور خدائے رحمٰن نے اس سے برگزیدوں کی طرح کلام کیا۔اس کی خوبیوں سے دفاتر بھرے پڑے ہیں اور اس کے خصائل بدر انور کی طرح زیادہ روشن ہیں۔پس آفرین ہے اس کیلئے اور اس کی کوشش اور جدوجہد کیلئے۔وہ دین محمد ﷺ کے لئے بہترین خود تھا۔اس کے عہد میں محمد ﷺ کے شہسواروں کے گھوڑوں نے عیسائیوں کے ملک میں غبار اڑائی۔ان کے لشکر نے کسریٰ کی شوکت کو توڑ ڈالا۔پس ان (اکاسرہ) میں سے خیالی صورتوں کے سوا کچھ باقی نہ رہا۔وہ اپنی شان وشوکت میں اپنے زمانہ کا سلیمان تھا۔اور دشمنوں کے جن اس کیلئے مسخر کر دیئے گئے تھے۔میں نے اس کی بزرگ شان کو دیکھا۔سو اس کا ذکر کیا اور میں مخلوق کی مدح وثناء صرف اس کی خوبی کی وجہ سے کرتا ہوں۔حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دعا کے مطابق آپؓ کو مدینہ میں شہادت نصیب ہوئی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اجازت مرحمت کرنے پر آپؓ آنحضرت ﷺ کے پہلو میں مدفون ہیں۔خدا تعالیٰ کی آپؓ پر بے شمار رحمتیں ہوں،آمین۔

(روزنامہ الفضل ربوہ 31 جنوری 2005)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کا دورۂ سیرالیون

یادوں کے دریچوں سے

لطف الرحمن محمود

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے وجودِ باجود سے اس عاجز کی بہت سی یادیں وابستہ ہیں۔ حضورؒ تعلیم الاسلام کالج کے تینوں ادوار (قادیان، لاہور اور ربوہ) میں اس عظیم درسگاہ کے پرنسپل رہے۔ میرے والد پروفیسر میاں عطاء الرحمن صاحب کو بھی ان تینوں ادوار میں حضور کی رفاقت کا شرف حاصل تھا۔ تعارف و تعلق کا ایک یہ حوالہ تھا۔ مجھے تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں اپنے داخلہ کا دن اور منظر آج تک یاد ہے اس کے بعد گریجوایشن تک حضور کی کریمانہ توجہ اور شفقت شاملِ حال رہی۔ اُن ایّام طالب علمی میں ایک اور ربط و تعلق کالج میگزین المنار کے اردو سیکشن کے ذریعہ استوار ہوا جس کے ادارۂ تحریر سے وابستگی کا شرف حاصل ہوا۔ اس کے بعد المنار کے ایڈیٹر کے طور پر بھی خدمت کا موقع ملا۔ عاجز کا پنجاب کے اُس خطّہ سے تعلق ہے جہاں کے باشندوں کی پنجابی کو بھی درست نہیں مانا جاتا۔ اُردو تو بہت دُور کی بات ہے۔ دِلّی اور لکھنؤ سے بھی زیادہ دُور۔ لہٰذا مجھے اچھی اردو لکھنے کی خوش فہمی کبھی لاحق نہیں ہوئی۔ لیکن حضور کی ذرّہ نوازی تھی کہ لکھت پڑھت کے حوالے سے اس کمترین کی ہمیشہ حوصلہ افزائی فرماتے۔ ایک مرتبہ کالج کانووکیشن کی تقریب کے موقع پر حضور نے اپنی سالانہ رپورٹ میں المنار کے حوالے سے اس احقر کے ''قلم کی بے پناہ بُرّش'' کا ذکر فرمایا۔ من آنم کہ من دانم۔ قلم کیا اور اُس کی کاٹ اور بُرّش کیا۔ کیاپدّی کیاپدّی کا شوربہ۔ لیکن وہ الفاظ کسی ایسی مبارک ساعت میں حضور کی زبان پر آئے کہ اب تک بصورتِ دُعا شاملِ حال ہیں۔ میری آرزو ہے کہ قلم کا یہ ہتھیار حضرت سلطان القلمؑ کی فوج کے اس ادنیٰ ترین سپاہی کے ہاتھ میں آخری دم تک متحرّک رہے!

ایک اور خوشگوار یاد بھی ہے۔ حضورؒ نے ازراہِ شفقت یکم جون 1969 کو مسجد مبارک میں اس احقر کے نکاح کا اعلان فرمایا اور دُعا سے نوازا۔ یہ خطبہ نکاح روزنامہ الفضل میں شائع ہوا۔ یادیں تو اور بھی ہیں مگر سب سے اہم یاد حضور کا 1970 کا 10 روزہ دورۂ سیرالیون ہے جو اُس ملک بلکہ ارض بلد براعظم افریقہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کسی خلیفہ کا پہلا دورہ تھا۔ اُس دورہ کے دوران حضور کو بہت قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ اور حضور کی سیرت کے بعض پہلوؤں نے بہت متاثر کیا۔ خلیفۂ وقت کے سفر کی روئیداد، تاریخی اعتبار سے جماعت کی امانت ہوتی ہے۔ اس دورہ پر اب 40 سال بیت چکے ہیں۔ اس کے باوجود اس پہلو سے اس سفر کی چشمدید تفصیل اور حضور کی سیرت و شخصیت کے حوالے سے گفتگو اسی امانت کی ادائیگی سے اور اسی نیت سے یہ تحریر پیش کی جارہی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے 5 مئی 1970 کو سیرالیون کی سرزمین کو اپنے قدموں سے برکت بخشی۔ اس سے قبل حضور مغربی افریقہ کے پانچ ملکوں نائیجیریا، غانا، آئیوری کوسٹ، لائبیریا اور گیمبیا کا دورہ مکمل فرماچکے تھے۔ سیرالیون اس تاریخی دورے کا آخری ملک تھا۔ حضورؒ گیمبیا کے دارالحکومت باتھرسٹ (جسے اب بنجول کہا جاتا ہے) سے سیرالیون کے انٹرنیشنل ایرپورٹ لُنگی تشریف لائے۔ سیرالیون میں قیام کے دس دِن بڑی مصروفیت اور گہما گہمی کے دن تھے۔ میڈیا میں وسیع نشر و اشاعت کے نتیجے میں جماعت کا نام زبانِ زدِ خلائق ہوگیا۔ 5 ملین آبادی کے اس ملک میں تقریباً ہر شخص نے خلیفۃ المسیح اور ''احمدیہ'' کے الفاظ سُنے اور دہرائے ہوں گے۔ روحانی لحاظ سے یہ دس دن افرادِ جماعت کیلئے عید کی سی خوشی کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے تھے۔

استقبال

سیرالیون کا انٹرنیشنل ایرپورٹ دارالحکومت فری ٹاؤن سے بیس پچیس میل دُور واقع ہے۔ سمندر کی شاخ کو ایک فیری (جہاز نما بحری کشتی) کے ذریعے عبور کرنا پڑتا ہے۔ محترم مولانا محمد صدیق گورداسپوری صاحب امیر سیرالیون (جنہیں بعد میں جماعت امریکہ کے مشنری انچارج کے طور پر خدمات سرانجام دینے کی توفیق ملی) کی قیادت

میں، مبلغین، اراکین مجلس عاملہ، اساتذہ اور دیگر احباب قبل از وقت لُنگی پہنچ گئے۔ حکومت کی طرف سے دو وزراء (آنریبل جائے کائی کائی اور آنریبل ایڈورڈ کاربو) حضور کے استقبال کیلئے موجود تھے۔ اس پُر جوش استقبال کے بعد، حضور بذریعہ کار فری ٹاؤن کیلئے روانہ ہوئے۔ سمندری رستہ فیری سے عبور کرنے کے بعد، فری ٹاؤن کی حدود میں، داخل ہوئے۔ جہاں سڑک پر دو رویہ ایستادہ احمدیہ سکولز کے طلبہ نے نعروں سے استقبال کیا۔ جماعت کے سیکرٹری جنرل، الحاج محمد کمانڈا بونگے، اپنی گاڑی میں، لاؤڈ سپیکر پر خوش الحانی سے حضرت مسیح موعودؑ کا یہ مصرعہ دُہرا رہے تھے ؎

''اسمعوا صوت السماء جآء المسیح جَآءَ الْمَسِیْح''

حضور کی کار پر ''لوائے احمدیت'' لہرا رہا تھا۔ خلیفۂ وقت کی کار پر احمدیت کا لہلہاتا ہوا جھنڈا بہت اچھا لگا۔ اگرچہ لوائے احمدیت، حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے عہدِ خلافت میں حضورؓ کی ہدایات کے مطابق خلاصۂ صحابہ کرام اور صحابیات نے تیار کیا، لیکن اس پرچم کے بارے میں حضرت مسیح موعودؑ نے خود فرمایا ہے ؎

لوائے ما، پنہٖ ہر سعید خواہد بُود

ندائے فتحِ نمایاں، بنامِ ما باشد

(میرا جھنڈا ہر سعید الفطرت انسان کیلئے پناہ گاہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عظیم الشان فتح میرے لئے مقدّر فرما دی ہے)

18 سال بعد، حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے دورۂ سیرالیون کے موقع پر، ایک بار پھر خلیفۂ وقت کی کار پر لوائے احمدیت کے اس منظر سے آنکھیں منوّر ہوئیں۔ خدا کرے وہ ساعتِ سعد جلد طلوع ہو جب ساری دُنیا اس پرچم کے نیچے خیمہ زن ہو، آمین۔ 2 گھنٹے کے سفر کے بعد ایک جلوس کی شکل میں، حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سرکاری قیام گاہ پہنچے۔ جہاں ایک مرتبہ پھر اہلاً وسہلاً و مرحبا، اور نعرہ ہائے تکبیر، کے ساتھ حضور کا استقبال کیا گیا۔ حضور نے تمام حاضرین کو شرفِ مصافحہ سے نوازا۔ گیمبیا سے پرواز کے بعد، فیری کا سفر، اور پھر فری ٹاؤن میں لاج تک کا سفر، لازماً تھکان کا باعث بنا ہوگا۔ مگر حضور نے بشاشت سے اس موقع پر موجود دوستوں سے مصافحہ کیا اور سکول کے بچوں کو بھی فرداً فرداً پیار کیا۔ حضور کی اس شفقت کا ہر شخص پر اثر تھا۔ ریڈیو سیرالیون اور ٹی وی نے اس فقید المثال استقبال کے مناظر کی رپورٹ اور تصاویر نشر کیں۔ اُسی دن شام پانچ بجے حضور نے لاج کی زیریں منزل پر ایک پُر ہجوم پریس کانفرنس سے خطاب فرمایا اور اپنے مجوّزہ دورے کے اغراض و مقاصد سے مطلع کیا اور صحافیوں کے سوالات کے جواب عطا فرمائے۔

گورنر جنرل اور وزیراعظم سے ملاقات

اگلے دن صبح کے وقت، حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ، گورنر جنرل سر بانجا تیجان سی (Banja Tejan-Sie) سے ملنے کیلئے سٹیٹ ہاؤس تشریف لے گئے۔ یہ خوبصورت عمارت، تاریخی ''کاٹن ٹری'' کے سامنے واقع ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں برطانیہ میں غلامی کے خاتمے (Abolition of Slavery) کے بعد وہاں سے غلاموں کو لا کر یہاں 1787 میں آزاد شہری کے طور پر چھوڑا گیا۔ یہ لوگ ''کریول'' کہلاتے ہیں۔ ان لوگوں نے تعلیم میں بڑی ترقی کی اور ان کی نسل سے بڑے بڑے ڈاکٹر، ماہرینِ تعلیم، انجینئر اور سیاست دان پیدا ہوئے۔ حتّٰی کہ تعلیمی اداروں کی وجہ سے سیرالیون کو ''مغربی افریقہ کے یونان'' کا نام دیا گیا۔

جناب بانجا تیجان سی نے حضور کا پُر تپاک خیر مقدم کیا اور حضورؒ کی تشریف آوری کو ''ملک کیلئے برکت کا ایک نشان'' قرار دیا۔ سر بانجا تیجان سی کا شمار جماعت کے پرانے مداحوں میں ہوتا ہے۔ میں نے پہلی مرتبہ اُنہیں 1967 میں جماعت کے زیرِ اہتمام سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ایک جلسہ میں ریمارکس دیتے ہوئے سُنا۔ اُس وقت وہ عدالتِ عالیہ کے جج تھے۔ اس کے بعد انہیں کئی بار جماعت کے جلسہ سالانہ میں دیکھا۔ گورنر جنرل کی ملاقات سے فراغت کے بعد، حضور سیرالیون کے وزیراعظم آنریبل سائیکا۔ پی۔ سٹیونس (Siaka P. Stevens) سے ملاقات کیلئے تشریف لے گئے۔ یہاں میں یہ عرض کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ وزیراعظم کا ذاتی مکان فری ٹاؤن میں جماعت احمدیہ کے مرکزی مشن ہاؤس کی ہمسائیگی میں واقع ہے۔ اور اُن کے مشن سے بڑے اچھے مراسم رہے ہیں۔ اُن کے ایک بیٹے بخاری سٹیونس، ہمارے بُوشہر کے سکول میں پڑھتے رہے ہیں۔ 1971 میں سیرالیون کے جمہوریہ قرار پانے پر آنریبل سائیکا سٹیونس ہی ملک کے صدر بنے اور کئی بار اس منصب کیلئے منتخب

ہوئے۔ وہ ایک بار بوٹاؤن میں واقع ہمارے سیکنڈری سکول کے معاینہ کیلئے بھی آئے۔
جناب وزیرِ اعظم نے جماعت کی تعلیمی اور دیگر معاشرتی خدمات پر حضور کا شکریہ ادا کیا۔ اور کامیاب دورے کیلئے نیک تمناؤں کا اظہار کیا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک مرتبہ موصوف نے صدرِ مملکت کی حیثیت سے نئی پارلیمنٹ کا افتتاح کرتے وقت (جسے سیرالیون کی اصطلاح میں Speech from the throne کہتے ہیں) جماعت احمدیہ کی بے لوث خدمات کا بھی ذکر کیا۔ یہ تراشہ کافی عرصہ تک میرے پاس محفوظ رہا مگر سیرالیون کی خانہ جنگی کی وجہ سے نقلِ مکانی میں ضائع ہوگیا۔

سید محمد ابراہیم کا عربی قصیدہ

گورنر جنرل سے ملاقات کے بعد، حضور واپس لاج تشریف لے گئے۔ اس موقع پر لبنان سے تعلق رکھنے والے ایک مخلص احمدی، سید حسن محمد ابراہیم نے حضور کی خدمت میں اپنا عربی قصیدہ عاشقانہ جوش اور عقیدت سے پیش کیا۔ ملک شام کے علاوہ لبنان اور ملحقہ علاقہ جات ''شام'' ہی کہلاتے تھے۔ پرانے نقشوں اور کتابوں میں اس سارے علاقے کو Greater Syria کا نام دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کو الہاماً بشارت دی تھی کہ تجھ پر ابدال شام درود وسلام بھیجیں گے۔ آج سے ساٹھ ستر سال قبل ملک شام میں مخلصین کی ایک جماعت بھی قائم ہوگئی تھی۔ ہم نے اُس دن درود وسلام کی یہ بشارت، حضورؒ کے خلیفہ کی ذات میں پوری ہوتے ہوئے دیکھ لی، الحمد للہ علیٰ احسانہ۔
سید حسن محمد ابراہیم صاحب تبلیغ کے جذبے سے سرشار تھے۔ اُن کی ایک صاحبزادی حضرت مرزا عبدالحق صاحب کی بہو بنیں۔ مرزا صاحب کے صاحبزادے (مرزا ناصر احمد) ہمارے ساتھ بو کے احمدیہ سکول میں استاد تھے۔ 1974 کے فسادات کے دنوں میں یہ سرگودہا (پاکستان) میں تھیں۔ مفسدوں کے ایک ہجوم نے محترم مرزا عبدالحق صاحب کی کوٹھی کو حملہ کی نیت سے گھیر لیا۔ یہ خاتون اُس وقت جرأت کر کے باہر نکلی۔ اُن کے عرب فیچرز اور قدوقامت سے لوگ یہ سمجھے کہ لیلیٰ خالد قسم کی کوئی دلیر ''فلسطینی مجاہدہ'' ایکشن کیلئے تیار ہو کر باہر آئی ہے۔ اُنہیں دیکھتے ہی ''مجاہدین'' سر پر پاؤں رکھ کے بھاگے۔
اُسی دن شام کے وقت پیراماؤنٹ ہوٹل میں حضور کے اعزاز میں جماعت نے ایک استقبالیہ کا اہتمام کیا، جس میں ارکانِ پارلیمنٹ، ڈپلومیٹک کور یعنی سفراء، اعلیٰ حکام۔ آئمہ مساجد، پیراماؤنٹ چیفس یعنی مقامی سلاطین پیراماؤنٹ چیفس اور معززینِ شہر نے شرکت کی۔ اس موقع پر حضور مہمانوں میں گھل مل گئے۔ اور اُن تک اسلام کی امن ومحبت کی تعلیم کا پیغام پہنچایا۔

احمدیہ سکول کا معاینہ اور گورنر جنرل کے عشائیہ میں شرکت

7 مئی کو حضور نے دو اہم مصروفیات کیلئے وقت نکالا۔ صبح کے وقت حضور احمدیہ مسلم سیکنڈری سکول فری ٹاؤن کے معاینہ کیلئے تشریف لے گئے۔ یہ سکول 1964 میں قائم ہوا اور اس نے بڑی تیزی سے ترقی کی منازل طے کیں۔ حضور نے سکول کی ایک نئی عمارت (جو کلاس رومز، لائبریری اور لیبارٹریز پر مشتمل تھی) کا افتتاح فرمایا۔ اپنے خطاب میں طلبہ اور سٹاف کو زرّیں نصائح سے نوازا۔ اس موقع پر سکول کی آخری کلاس کے 25 طلبہ بیعت کر کے سلسلہ عالیہ سے وابستہ ہوئے۔ ضمناً عرض ہے کہ امریکہ میں جو مقام تعلیمی نظام میں ''ہائی سکول'' کو حاصل ہے۔ وہی پوزیشن سیرالیون میں ''سیکنڈری'' کی ہے۔ 'O' اور 'A' لیول میں اچھے گریڈ حاصل کرنے والے براہِ راست یونیورسٹی میں داخلہ لیتے ہیں۔ اسی دن گورنر جنرل نے حضور کے اعزاز میں سٹیٹ ہاؤس میں عشائیہ دیا۔ اس میں مساجد کے آئمہ، مسلم تنظیموں کے راہ نما، کیتھولک چرچ کے سربراہ اور دیگر معززین مدعو کئے گئے۔ خاتونِ اوّل نے پردہ کی رعایت کے پیشِ نظر حضرت بیگم صاحبہ کیلئے الگ کمرے میں ضیافت کا اہتمام کیا۔ محترم مولانا محمد صدیق گورداسپوری صاحب نے اس ضیافت کے حوالے سے ایک بڑی دلچسپ بات بیان کی ہے:
''حضور نے وہاں گورنر جنرل اور رومن کیتھولک بشپ سے تبادلہء خیال کیا۔ بشپ موصوف حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی گفتگو سے اتنے متاثر ہوئے کہ بعد میں مجھے کہنے لگے کہ یہ شخص محض ایک مذہبی رہنما نہیں بلکہ ایک بہت بڑا فلاسفر ہے اور ایسی شخصیت سے مل کر مجھے بہت خوشی ہوئی ہے''

(روح پرور یادیں، مصنفہ مولانا محمد صدیق امرتسری صفحہ 54)

لیسٹر (Leicester) کے تاریخی مقام پر احمدیہ مسجد کا افتتاح

8 مئی کا دن دو اہم تقریبات کیلئے ہمیشہ تاریخ احمدیت میں یادر ہے گا۔ فری ٹاؤن شہر کے اردگرد کئی سرسبز پہاڑیاں ہیں۔ ان کے قرب وجوار میں بادلوں کی گھن گرج سُن کر پرتگیزی جہاز رانوں نے کہا تھا کہ یوں لگتا ہے کوئی شیر دہاڑ رہا ہے۔ اس قول نے ''سیرالیون'' کے نام کو جنم دیا۔ پرتگالی زبان میں اس کا مطلب ہے وہ پہاڑ جہاں سے شیر کے دہاڑنے کی آواز آتی ہے۔ ایک ایسی ہی پہاڑی کے دامن میں ''لیسٹر'' کی آبادی واقع ہے۔ اس مقام کی ایک تاریخی اہمیت ہے۔ اس ملک میں فروغِ عیسائیت کیلئے، عیسائیوں نے اپنا پہلا مشن اور مرکز یہاں قائم کیا۔ اس کے اثر ونفوذ کے نتیجے میں، اس کے اردگرد کے علاقوں اور دیہات میں ہر طرف گرجوں اور مسیحی تعلیمی اداروں کی عمارات کی بھر مار ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کو اس مقام پر ایک خوبصورت مسجد تعمیر کرنے کی توفیق عطا کی۔ حضور نے 8 مئی 1970 کو اس مسجد کا افتتاح فرمایا اور یہاں خطبہء جمعہ ارشاد فرمایا اور نماز جمعہ کی امامت فرمائی اور غلبہء توحید کیلئے پُرسوز دعائیں کیں۔ سینکڑوں خدّامِ خلافت اس تاریخی موقع پر حاضر تھے۔ حضور کا یہ خطبہ ریڈیو سیرالیون نے نشر کیا۔ حضور نے سیرالیون مشن کے بانی' حضرت مولانا نذیر احمد علی کی یاد میں اس مسجد کو ''مسجد نذیر علی'' کا نام عطا فرمایا۔ حضرت مولانا مرحوم نے 1955 میں سیرالیون میں وفات پائی اور Bo شہر میں آسودۂ لحد ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے، آمین۔

سیرالیون مسلم کانگریس کی طرف سے استقبالیہ

اسی دن نمازِ عصر کے بعد، سیرالیون کی مشہور مسلم تنظیم ''مسلم کانگریس'' نے فری ٹاؤن کے ریلوے یونین ہال میں حضور کے اعزاز میں ایک استقبالیہ تقریب کا اہتمام کیا۔ اس تقریب میں 500 معززین شہر کو مدعو کیا گیا۔ سیرالیون کے سابق نائب وزیر اعظم، آنریبل ایس۔ ایم مصطفیٰ مسلم کانگریس کے صدر تھے۔ موصوف نے اُس موقعہ پر سپاس نامہ پیش کیا اور حضور کو ''اسلام کا ایک عظیم فرزند'' قرار دیا۔ اور جماعت احمدیہ کی تبلیغی، دینی، تعلیمی اور معاشرتی خدمات پر حضور کا شکریہ ادا کیا۔ اس موقعہ پر حضور نے جوابی تقریر میں جماعت کے خلاف اُٹھائے جانے والے بہت سے اعتراضات کا ٹھوس دلائل سے ازالہ فرمایا۔ حضور کا یہ پُرجوش خطاب بڑی توجہ سے سنا گیا۔ اسے ابلاغِ حق کا ایک خاص کارنامہ کہا جا سکتا ہے۔

بو ٹاؤن میں فقید المثال استقبال

9 مئی کو حضور سیرالیون کے دوسرے بڑے شہر Bo Town کیلئے بذریعہ کار روانہ ہوئے۔ یہ میری بود وباش کا شہر تھا اس لئے مَیں خاص طور پر اپنی خوش قسمتی پر نازاں تھا۔ یہ شہر جنوبی صوبے کا صدر مقام ہے اور 1945 سے جماعتی سرگرمیوں کا مرکز رہا ہے۔ حضورؒ کی تشریف آوری کے وقت اگرچہ پکی سڑک تو تھی مگر تنگ اور بعض مقامات پر ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو چکی تھی۔ اور مسافت بھی 170 میل کی تھی۔ اب نئی سڑک بن چکی ہے جو وسیع' فراخ اور ہموار ہے اور فاصلہ بھی کم ہو کر 150 میل رہ گیا ہے۔ بو شہر سے باہر ٹکونکو (Tikonko) موڑ پر سو سے زاید نمائندگان جماعت نے حضور کا استقبال کیا اور حضور کو بصورت جلوس قیام گاہ ''گورنر لاج'' تک لایا گیا۔ وہاں دُور تک سڑک کے دونوں طرف بوُ جورو اور بو اجے بو کے احمدیہ سکولز کے طلبہ اپنی سیاہ وسفید یونی فارم میں پہلے ہی سے منتظر تھے۔ پُرجوش خیر مقدمی نعروں سے حضور کا استقبال کیا گیا۔ جنوبی اور مشرقی صوبوں سے پرانی جماعتوں کے سینکڑوں افراد اپنے مقدّس آقا کی جھلک دیکھنے کیلئے گورنر لاج کے باہر مع اہل وعیال جمع تھے۔

سیرالیون میں مئی کا شمار گرمی کے مہینوں میں ہوتا ہے۔ ''بہا چوٹی سے ایڑی تک پسینہ'' والی کیفیت ہوتی ہے۔ 170 میل کا سفر، موسم کے یہ تیور، لیکن حضور کی اس شفقت کو پیش نظر رکھیے گا کہ حضور نے ایک منٹ آرام کئے بغیر، گورنر ہاؤس کے پورچ میں کھڑے رہ کر، کئی گھنٹے تک تمام احباب جماعت کو مصافحہ سے نوازا۔ میں حضور کے بالکل پیچھے کھڑا رہا اور حضور کے فولادی اعصاب پر حیران ہوتا رہا! حضور کی اس بے پایاں شفقت کا سب حاضرین پر اثر تھا۔ حضرت بیگم صاحبہ نے اُسی عمارت میں علیحدہ خواتین اور ناصرات کو مصافحہ سے نوازا۔

بوشہر میں جماعت کی مرکزی مسجد کا سنگِ بنیاد

10 مئی کے دن حضور دو اہم تقاریب کے مہمانِ خصوصی اور رُوحِ رواں تھے۔ بوشہر میں جماعت کی ایک مسجد موجود تھی جسے 1945 میں تعمیر کیا گیا۔ سیکنڈری سکول کے ہال میں بھی نمازیں ادا کی جاتی تھیں۔ اس کے باوجود بوشہر میں ایک بڑی مسجد کی ضرورت تھی کیونکہ جلسہ سالانہ اور اسی قسم کی بعض اور تقریبات Bo ہی میں منعقد ہوتی تھیں۔ حضور نے پرانی مسجد کے قریب ہی نئی مسجد کا سنگِ بنیاد نصب فرمایا۔ یہ خوبصورت وسیع وعریض مسجد بعد میں ''ناصر مسجد'' کہلائی۔ اس تقریب کیلئے وسیع پنڈال کا اہتمام کیا گیا۔ آئمہ مساجد، ارکان پارلیمنٹ، اعلیٰ حکام، اہم شخصیات اور بزرگانِ شہر کو اس تقریب کیلئے مدعو کیا گیا۔ پنڈال میں تل دھرنے کیلئے جگہ نہ تھی۔ سنگِ بنیاد رکھنے سے قبل، پروگرام کے تعارفی حصے کے بعد، حضور نے اپنے خطاب میں سورۃ توبہ کی آیات 108 اور 109 سے استنباط کرتے ہوئے مسجد کے مقاصد کی وضاحت فرمائی۔ جس کے الفاظ اب بھی میرے کانوں میں گونج رہے ہیں۔ حضور کا یہ خطاب توجہ اور انہماک سے سنا گیا۔ سنگِ بنیاد کے بعد حضور نے دعا کروائی۔ اس تقریب سے فراغت کے بعد حضور مشن ہاؤس سے ملحق ''نذیر احمدیہ پرنٹنگ پریس'' دیکھنے کیلئے تشریف لے گئے۔ عملہ کے اراکین سے باتیں کیں۔ انہیں انعامات اور دعاؤں سے نوازا۔

اس پریس کی بھی عجیب کہانی ہے۔ شہر کے عیسائی پریس نے اچانک جماعتی اخبار ''دی افریقن کریسنٹ'' کو چھاپنے سے انکار کر دیا اور طنزاً کہا کہ اب دیکھتے ہیں جماعت کا خدا اس کی کس طرح مدد کرتا ہے؟ مولانا محمد صدیق امرتسری نے یہ صورت حال پیش کر کے مخلصین جماعت سے چندہ کی اپیل کی۔ ایک مخلص بزرگ الحاج علی روجرز صاحب نے اس مقصد کیلئے اپنے دو مکان جماعت کو ہبہ کر دیئے۔ احباب جماعت نے چندہ کی مطلوبہ رقم پیش کر دی اور برطانیہ سے پریس کی مشینری کا انتظام ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے 1955 میں اس پریس نے کام کرنا شروع کر دیا۔ اور تکبر سے کام لینے والے مسیحی معاندین شرمندہ وخجل ہوئے۔ یہ کہانی ابھی نامکمل ہے۔ اس مقصد کیلئے سب سے زیادہ چندہ، ایک ہزار پاؤنڈ چیف قاسم کمانڈا نے دیا۔ یہ وہ صاحب ہیں کہ جب اس واقعہ سے چند سال قبل اُنہیں تبلیغ کی گئی تو انہوں نے کہا تھا دریا کے پانی کا اپنے بہاؤ کے رُخ کو تبدیل کرنا تو آسان ہے یعنی وہ نیچے سے اوپر کی طرف بہہ سکتا ہے مگر ان کا احمدی ہونا ناممکن ہے۔ مگر ایک وقت آیا کہ اللہ تعالیٰ نے چیف قاسم کا دل احمدیت کیلئے کھول دیا اور پھر انہیں جماعت کے تبلیغی مقاصد کیلئے اپنا مال بے دریغ خرچ کرنے کی بھی توفیق عطا فرمائی۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اس واقعہ کا اکتوبر 1956 کے اجتماع انصار اللہ میں ذکر فرمایا۔ اس واقعہ کی تفصیل تاریخ احمدیت میں بھی محفوظ ہو چکی ہے۔ غالباً حضور کے ذہن میں اس پریس کے قیام کی تاریخ تازہ تھی۔ حضور نے بڑی محبت سے پریس کے کارکنوں کو کیش انعامات سے نوازا۔ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے حضور نے ان کرنسی نوٹوں پر بطور یادگار اپنے دستخط بھی ثبت فرمائے۔

اُسی دن شام کو ٹاؤن ہال میں جماعت کی طرف سے حضور کے اعزاز میں شرکت کیلئے علاقہ کے پیرا ماؤنٹ چیفس، ارکانِ پارلیمنٹ، سکولوں اور کالجوں کے پرنسپل صاحبان، سول حکام اور معززینِ شہر کو مدعو کیا گیا۔ حضور نے تمام مہمانوں کو شرفِ مصافحہ سے نوازا۔ اور مہمانوں سے گھل مل گئے۔ اُن سے گفتگو فرماتے رہے اور ان کے سوالات کے جواب عطا فرماتے رہے۔ کھانے پینے کی چیزیں، فواکہات ومشروبات وافر مقدار میں موجود تھے۔ روحانی مائدے کے ساتھ ساتھ مہمان ان نعمتوں سے بھی محظوظ ہو رہے تھے۔ میں نے دیکھا کہ حضور کے ہاتھ میں کوک کا ایک گلاس تھا۔ حضور نے اس میں سے صرف ایک یا دو گھونٹ لئے اور اس کے بعد مسلسل مہمانوں سے گفتگو فرماتے رہے۔ دو گھنٹے تک باتیں کرتے کرتے ویسے بھی حلق تر کرنے کی ضرورت پڑتی ہے مگر حضور نے صرف اُسی ایک یا دو گھونٹ پر اکتفا کی۔ حضور کے تشریف لے جانے کے بعد، اس گلاس کا مشروب حضرت خلیفۃ المسیح کے تبرک کے طور پر خدام نے پیا۔ ایک گھونٹ اس عاجز کو بھی میسر آیا ؏

بقدرِ ظرف ہے ساقی! خُمارِ تشنہ کامی بھی

احمدیہ مسلم سیکنڈری سکول بوٹاؤن کا معاینہ

11 مئی کا دن، بوشہر میں حضور کے قیام اور مصروفیات کا آخری دن تھا۔ بوٹاؤن کے اس سکول کو سیرالیون میں پہلا ''مسلم سیکنڈری سکول'' ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ ملک

بھر کے مسلمانوں نے اس پیش رفت پر بڑی خوشی منائی تھی۔ یہ سکول 1960 میں جاری ہوا۔ حال ہی میں اس سکول نے اپنی گولڈن جوبلی بڑی دھوم دھام سے منائی ہے۔
حضور سکول کے معاینہ کیلئے تشریف لائے۔ اس موقعہ پر محکمہ تعلیم کے افسران، سکول کے بورڈ آف گورنرز کے ارکان، معزز شہری اور والدین، نیز امریکی تنظیم Peace Corps کے مقامی ڈائریکٹر بھی آئے ہوئے تھے۔ سٹاف نے حضور کا استقبال کیا۔ معزز مہمانوں سے مصافحہ کے بعد، حضور بیالوجی، کیمسٹری اور فزکس کی لیبارٹریز دیکھنے کیلئے تشریف لے گئے۔ اس سکول کی سائنسی مضامین کی معیاری تدریس کیلئے ملک بھر میں شہرت تھی۔ فزکس کی لیبارٹری عمارت کے آخر میں واقع ہے۔ حضور کا یہ ادنیٰ خادم اور شاگرد اس کا انچارج تھا۔ حضور کے ملاحظہ کیلئے میزوں پر بعض تجربات کیلئے سامان رکھا گیا تھا۔ حضور کے استفسار پر عاجز نے Kinetic Energy کے اصول پر کام کرنے والا ایک ماڈل چلا کر دکھایا۔ اس ماڈل میں ایک مکعب نما خانے میں فولاد کے چھوٹے چھوٹے بال موجود تھے۔ بجلی کی کرنٹ سے اس خانے کا اندرونی درجہ حرارت جوں جوں بڑھتا گیا، وہ بال تیزی سے اچھل اچھل کر دیواروں سے ٹکرانے لگے اور درجہ حرارت میں اضافہ کے ساتھ ان کی حرکت میں بھی غیر معمولی تیزی آتی گئی۔ حضور نے اس Demonstration کو بڑی دلچسپی سے ملاحظہ فرمایا۔ اور سیرالیون ریڈیو کی نمائندہ مس تارا (جسے حضور نے اسلامی نام طاہرہ عطا فرمایا تھا) سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"The future of Sierra Leone lies in these cupboards" (یعنی سیرالیون کا مستقبل ان الماریوں میں محفوظ سائنسی سامان سے وابستہ ہے۔)

اس جامع پیغام کے اوّل مخاطب تو اہلِ سیرالیون اور اُن کی نسل تھی کہ اب وقت کا تقاضا ہے کہ اعلیٰ سائنسی اور تکنیکی تعلیم کے فروغ سے ملک کے مستقبل کو بہتر بنایا جائے۔ دوسرے مخاطب ہم اساتذہ تھے جن کیلئے یہ پیغام تھا کہ طالب علموں کو، ان تھک محنت اور گہری توجہ سے قوم کی قیمتی امانت سمجھ کر پڑھایا جائے۔ تجربہ گاہوں کے تفصیلی معاینہ کے بعد حضور نے طلبہ اور سٹاف کو خطاب میں زرّیں نصائح سے نوازا۔ بعد ازاں پرنسپل کے دفتر میں جا کر حضور نے وزٹر بک پر، دستِ مبارک سے درج ذیل دعائیہ الفاظ رقم فرمائے:

بَارَکَ اللّٰہُ سَعْیَکُمْ

اس کے بعد حضور سکول کمپاؤنڈ کے ایک دوسرے حصے میں ایک اور تقریب میں شمولیت کیلئے تشریف لے گئے۔ اُس دن سکول کے 56 طلبہ اور 2 اساتذہ بیعت کر کے سلسلہ میں شامل ہوئے۔

جماعت ہائے احمدیہ سیرالیون کی طرف سے استقبالیہ تقریب

سکول کمپاؤنڈ کے اس حصے میں ایک بہت بڑی جلسہ گاہ بنائی گئی جسے رنگ برنگی جھنڈیوں اور بینرز سے سجایا گیا۔ یہاں سیرالیون کے تمام صوبوں سے آنے والے ہزاروں احمدی جمع ہوئے۔ غیر از جماعت معززین کو بھی مدعو کیا گیا۔ تلاوتِ قرآن کریم کے بعد، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عربی قصیدہ 'یا عین فیض اللّٰہ والعرفان' کے اشعار پڑھے گئے۔ اس کے بعد جماعت سیرالیون کے صدر پیراماؤنٹ چیف ناصر الدین گمانگا نے حضور کی خدمت میں سپاس نامہ پیش کیا۔ اس کے جواب میں حضور نے ایک ایمان افروز خطاب سے نوازا۔ حضور کی اس تقریر کا ملک کی دو بڑی زبانوں، مینڈے اور ٹمنی میں رواں ترجمہ پیش کیا گیا۔ اس تقریب میں حضور نے حاضرین کو یاد دلایا کہ یہ سیرالیون اور جماعت احمدیہ کی تاریخ میں پہلا موقع ہے کہ حضرت امام مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خلیفہ اس ملک میں آیا ہے۔ اُس وقت سامعین کے چہروں کی کیفیت دیدنی تھی۔ ہر شخص اپنی خوش بختی پر نازاں تھا۔ تقریر کے اختتام پر، افریقی روایت کے مطابق، حضور کی خدمت میں تحائف پیش کئے گئے جنہیں حضور نے ازراہِ شفقت قبول فرمایا۔ یہ تقریب پُر سوز دعا پر ختم ہوئی۔ اس تقریب کے معاً بعد حضور مولانا نذیر احمد علی صاحب کے مزار پر دعا کیلئے تشریف لے گئے۔ حضرت بیگم صاحبہ بھی حضور کے ہمراہ قبرستان تشریف لے گئیں اور دعا میں شرکت فرمائی۔ مقبرہ سے حضور گورنر لاج آئے۔ آرام کے بعد حضور مع افراد قافلہ اجتماعی دعا کے بعد، فری ٹاؤن کیلئے روانہ ہوئے۔ یہ احقر بھی اُس وقت الوداعی سلام کیلئے حاضر تھا۔ حضور نے ازراہِ شفقت چودھری انور حسن صاحب کو دستار عنایت کی اور اس احقر کو اپنی قمیص کا تبرک مرحمت فرمایا۔ میں وفورِ جذبات میں اور کچھ نہیں کہہ سکتا۔ بقولِ غالب ؏

دیکھنا قسمت کہ آپ اپنے پہ رشک آ جائے ہے

فری ٹاؤن میں دورۂ سیرالیون کے آخری دنوں کی مصروفیات

12 مئی کو حضور نے گورنر جنرل کے اعزاز میں عشائیہ دیا۔ سربانجا تیجان سی کے علاوہ اس دعوت میں بعض سفیر، رومن کیتھولک مشن کے سربراہ، فری ٹاؤن کے میئر اور کابینہ کے بعض ارکان نے شرکت کی۔ خواتین کیلئے حضرت بیگم صاحبہ نے ضیافت کا الگ اہتمام فرمایا۔

الوداعی پریس کانفرنس

13 مئی کو حضور نے ''لاج'' کے کمیٹی روم میں پریس کانفرنس میں شرکت فرمائی جو ڈیڑھ گھنٹہ تک جاری رہی۔ اس میں حضور نے اپنے دورہ کی کامیابی کا ذکر فرمایا اور اہلِ سیرالیون کو ملک کے بہتر مستقبل کیلئے محنت کی تلقین فرمائی۔ اس موقع پر حضور نے سیرالیون میں جماعت کی طرف سے مزید سکولز اور ہسپتال کھولنے کا اعلان فرمایا جس پر میڈیا کے نمائندگان نے دلی مسرت کا اظہار کیا۔ نصرت جہاں سکیم کے تحت سیرالیون میں بھی سکول اور ہسپتال کھولے گئے۔ اُس وقت 4 سیکنڈری اور 30 پرائمری سکولز تھے۔ اب 40 سیکنڈری اور 100 سے زاید پرائمری سکولز ہیں۔

انفرادی ملاقاتیں

پریس کانفرنس کے بعد حضور نے بعض اہم شخصیات کو شرفِ ملاقات سے نوازا۔ ان میں وزراء، ارکانِ پارلیمنٹ، ماہرینِ تعلیم بھی شامل تھے۔ اپوزیشن کے لیڈر آنریبل صالحو شریف خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ موصوف کا سیرالیون کے مشرقی صوبے سے تعلق ہے اور جماعت کی خدمات کے پرانے مدّاح ہیں۔ (اس ملاقات کے 18 سال کے بعد 1988 میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ سیرالیون تشریف لائے تو Kenema شہر میں حضور کے استقبال کے موقع پر آنریبل صالحو شریف بھی تشریف لائے اور ''کورٹ باری'' کی استقبالیہ تقریب میں حضور کے ساتھ سٹیج پر بیٹھے۔ اُس وقت موصوف جمہوریہ سیرالیون کے نائب صدر تھے۔) باجماعت نمازوں کا اہتمام لاج میں کیا گیا تھا مگر 13 مئی کو حضور مغرب وعشاء کی نمازوں کیلئے مشن ہاؤس تشریف لائے۔ وہاں احباب بڑی تعداد میں حاضر ہوئے۔ حضور نے تمام دوستوں سے مصافحہ و معانقہ فرمایا اور دعاؤں سے نوازا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی سیرالیون سے ہالینڈ کیلئے روانگی

14 مئی حضور کے سیرالیون سے الوداع ہونے کا دن تھا۔ اس خیال سے ہر چہرے پر اُداسی اور افسردگی کی کیفیات پڑھی جاسکتی تھیں۔ حضور کے طیارے کو ساڑھے بارہ بجے روانہ ہونا تھا۔ عقیدت مند آخری لمحات کو قلب ونظر میں محفوظ کرنے کیلئے قبل از وقت ایر پورٹ پر جمع ہو گئے۔ پیارے آقا نے ایک بار پھر وہاں آنے والے تمام خدامِ خلافت کو مصافحہ اور معانقہ کے شرف سے نوازا۔ اور پرسوز اجتماعی دعا کے بعد ہالینڈ کیلئے سفر کا آغاز فرمایا۔ محترمہ بیگم صاحبہ نے حسبِ معمول، الوداع کہنے کیلئے آنے والی خواتین سے مصافحہ فرمایا۔ یہ دس دن بڑی مصروفیت سے گزرے۔ حضور کے اس دورے کی ایک برکت میڈیا میں جماعت کے مفصل تعارف اور بھرپور تشہیر کی شکل میں ظاہر ہوئی۔ اخبارات کے کالموں، ریڈیو کی خبروں اور ٹی وی پر مناظر کی تصاویر بڑی کثرت سے نشر ہوئیں۔ جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے ''احمدیہ'' نام زبان زدِ خلایق ہو گیا۔ حضور کے اس دورے کی برکت سے بفضلہٖ تعالیٰ تبلیغ کی نئی راہیں کھلیں۔ ایک فائدہ یہ بھی ہوا کہ بعض سوئے ہوئے جاگ اُٹھے۔ جو سُست تھے، انہیں روحانی زندگی کی ایک نئی لہر نے چُست بنا دیا۔ خلیفۂ وقت کی زیارت، احبابِ جماعت کیلئے ایک نیا روحانی تجربہ تھا۔ افریقی دوستوں میں گنتی کے چند احباب (چیف گماگا صاحب، الحاج بونگے صاحب، الحاج علی روجرز صاحب، آئی۔ کے محمد صاحب وغیرہ) کو زیارتِ مرکز اور ملاقاتِ حضور کا موقع ملا تھا۔ اس دورے میں یہ نعمت سب کو میسّر آ گئی۔ اب مفارقت ایک حقیقت بن چکی تھی۔ حضور کی روانگی کے بعد، جب بھی دوست ایک دوسرے سے ملتے تو اُن ایام کا ذکر ضرور کرتے۔ خوشی اور غمی کے ملے جلے جذبات، ایک عرصہ تک ان کی باتوں کا تانا بانا بنے رہے

حَیف در چشمِ زدن صحبتِ یار آخر شُد ۞ روئے گُل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

ترجمہ: حیف ہے کہ آنکھ جھپکتے ہی قُربِ محبوب کے لمحے بیت گئے۔ ابھی تو اِس پھول کو جی بھر کر دیکھا بھی نہ تھا کہ بہار کا موسم جاتا رہا۔

بحرِ ظلمات کی سرکش موجو!

آج سے چند سال قبل، ٹیکساس کے شہر کارپس کرسٹی میں بحرِ اوقیانوس (بحرِ اوقیانوس کو اُردو میں بحرِ ظلمات کہا جاتا ہے) کے اس کنارے پر، جس کے افریقی ساحل پر ہزاروں میل دُور، سیرالیون واقع ہے۔ چند مصرعے اُس سرسبز و شاداب ملک کی یاد میں، اِرتجالاً نوکِ قلم پر آ گئے۔ عاجز کو اُس بلالی ملک میں، پرچمِ احمدیت کے زیرِ سایہ 29 برس بسر کرنے کی توفیق ملی ہے۔ اُس ملک میں جماعتِ احمدیہ کی مساجد، تبلیغی مراکز، ہسپتال، پرائمری اور سیکنڈری سکول، جامعہ احمدیہ، کمپیوٹر ٹریننگ سنٹر اور کئی فلاحی ادارے کام کر رہے ہیں۔ خاکسار، لطف الرحمٰن محمود

✿✿✿

بحرِ ظلمات کی سرکش موجو!
مرے مسکنِ ثانی کے در و دیوار سے کہنا
اِک چاہنے والا کولمبس کی زمیں سے
تسلیم بجالاتا ہے!

✿✿✿

مری بے لوث محبت کے خزینوں کی زمیں!
میرے سجدوں کی امیں، حُسنِ بلالی کی جبیں!
آج بھی زندہ ہیں مرے دل میں وہ امصار و دیار
اَمن کی شبنم نے جہاں دے دی آخر
جنگ کے شعلوں کو شکستِ فاش
دے کے آؤ اُسے خوشبو کا تحفہ صبحدم
بحرِ ظُلمات کی سرکش موجو!

✿✿✿

وہ لوگ کہ تھے دینِ عجائز کی مُجسّم تصویر
درحقیقت تھے وہی ایماں کی چمکتی شمشیر
مرے یاروں کی وفاؤں کو دُعائیں دینا
کچی قبروں کے مکینوں کو صدائیں دینا
اُن کے بچوں کے بھی بچوں کی بلائیں لینا
بحرِ ظُلمات کی سرکش موجو!

✿✿✿

ہو ہمیشہ ہی مساجد میں جبینوں کا ہجوم
بحرِ عرفان کی لہروں پہ سفینوں کا ہجوم
جیسے اک دستِ حنائی پہ نگینوں کا ہجوم
ہائے وہ لیلۂ قدر کے نُورافشاں منظر
اُن کو لاؤ، میری آنکھوں میں بساؤ
بحرِ ظلمات کی سرکش موجو!

✿✿✿

ہر مبلّغ اور معلّم کو سلامِ اُلفت
ہر معالج و معاون کو پیامِ شفقت
ہر مریضِ رگ و جسم و جاں کو جامِ صحت
سب کی خدمت کو سراہو، ہر وقت دُعا دو
بحرِ ظلمات کی سرکش موجو!

✿✿✿

درس گاہوں کو خُدا بُقعۂ نُور کرے
ظلمتِ شبِ دیجور کو خود دُور کرے
ذرّے یُوں چمکیں کہ رشکِ سرِ طُور کرے
میں بھی ہوں اس عہد کے موسیٰؑ کے غلاموں کا غلام
اک تجلّی ہو عطا رہروِ سینا کو سرِ عام

حضرت اقدسؑ کا وصال اور حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کا انتخاب

حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ صاحبؓ

مکرم صلاح الدین صاحب مؤلف اصحاب احمد تحریر کرتے ہیں (یہ محترم ڈاکٹر صاحب کا مضمون ہے جو آپ نے ربوہ کے ایک جلسہ میں 27 مئی 1959 میں پڑھا تھا)

میں 20 اپریل 1908 میں میڈیکل سکول لاہور میں داخل ہوا تھا۔ چونکہ میں لاہور میں کسی شخص سے واقف نہ تھا اور نہ مجھے معلوم تھا کہ سکول کا کوئی بورڈنگ بھی ہے۔ اس لئے میں خواجہ کمال الدین صاحب کے مکان پر رات بسر کرنے کیلئے چلا گیا۔ کیونکہ مجھے خواجہ صاحب کی جائے وقوع معلوم تھی۔ ان کے مکان پر میری سب سے پہلی ملاقات ان کے نیک دل منشی نور احمد بلال سے ہوئی۔ انہوں نے میری مسافرانہ حالت اور طالب علمی کے پیش نظر مجھے اپنا بستر اپنے کمرہ میں رکھنے کی اور رات کو برآمدہ کے فرش پر جو بے چھت کے تھا سونے کی اجازت دے دی تا آنکہ میں چند دن تک اپنے لئے کوئی مستقل رہائش کا انتظام کرلوں۔ اس طرح پر چند دن ہی گزرے تھے کہ جناب منشی صاحب نے فرمایا کہ اب تو آپ کو کسی اور جگہ انتظام کرنا پڑے گا۔ کیونکہ ایک دو دن تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مع اہل و عیال اور خدام لاہور تشریف لا رہے ہیں۔ اور حضور کا قیام یہاں خواجہ صاحب کے مکان پر ہوگا۔ خاکسار کو حضور علیہ السلام کی آمد کی خبر سے بے حد خوشی ہوئی کہ حضورؑ ایک ناچیز اور غریب خادم کو قادیان سے لاہور پہنچ کر زیارت کا موقعہ عطا فرما رہے ہیں۔ خوشی کی زیادتی اس وجہ سے بھی ہوئی کہ میرے والدین گزشتہ چند ماہ کے اندر وفات پا گئے تھے۔ جن کی جدائی کا صدمہ دل پر تھا تو روحانی ماں باپ کا تشریف لا کر زیارت کرنا غم کو دُور کرنے اور خوشی پہنچانے کا موجب تھا۔

چنانچہ حضورؑ اپریل کو لاہور تشریف لے آئے اور خواجہ صاحب کے مکان پر قیام پذیر ہوئے اور خواجہ صاحب کے مکان کو مرجع خلائق بنا دیا۔ احمدی احباب اور غیر احمدی معززین اور ہندو عورتیں حضور کی زیارت کیلئے آنے لگے۔ ایک غیر احمدی معزز شخص شہزادہ ابراہیم نامی نے جو کابلی شہزادوں میں سے تھے حضور کو اپنے ہاں کھانے پر بلایا۔ حضور نے بدیں الفاظ معذرت کر دی کہ میرا طریق لوگوں کے گھروں پر جا کر دعوتیں کھانے کا نہیں۔ اس پر شہزادہ صاحب موصوف نے پچاس روپے کی رقم بھجوا دی تا حضورؑ اپنے گھر پر ہی کھانا تیار کروا کر ان کی طرف سے دعوت کے طور پر تناول فرمالیں۔ حضور علیہ السلام نے پچاس روپے اپنی طرف سے ملا کر خواجہ صاحب کو ایک سو روپیہ کی رقم دی اور فرمایا کہ ایک دعوت کا انتظام کیا جائے۔ جس میں لاہور کے چیدہ لوگوں کو بلایا جائے اور ان کو یہ بھی بتلایا جائے کہ کھانے سے پہلے میری (یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام) کی تقریر بھی ہوگی۔ جس میں میں اپنا دعویٰ اور اس کی صداقت کے دلائل پیش کروں گا۔ چنانچہ 17 مئی کو ایسی دعوت کا انتظام کیا گیا اور کھانے سے پہلے حضورؑ نے قریباً ڈیڑھ گھنٹہ کھڑے ہونے کی حالت میں تقریر کی۔ سامعین جو کرسیوں پر سامنے بیٹھے تھے۔ جن کی تعداد ڈیڑھ سو کے قریب تھی۔ ایسی خاموشی سے تقریر سنتے رہے گویا اس جگہ کوئی موجود ہی نہیں۔ جب تقریر کو قریباً ایک گھنٹہ ہو گیا تو سامعین میں سے ایک شخص بولا کہ اب کھانے کا وقت ہو گیا ہے تو اس پر ایک دوسرا شخص بولا کہ کھانا تو روز ہی کھاتے ہیں یہ کھانا بار بار نہیں ملا کرتا گویا ان الفاظ میں مستور تھا کہ حضورؑ کی یہ آخری تقریر ہے۔ یہ تقریر ڈاکٹر سید محمد حسن شاہ صاحب کے مکان کے صحن میں ہوئی تھی۔ اس کے بعد حضرت صاحب مع مہمانوں کے خواجہ صاحب کے مکان کے صحن میں جو چند قدم کے فاصلہ پر تھا کھانا کھانے کیلئے تشریف لے گئے۔ خاکسار اپنی جائے رہائش پر جو پانی کے حوض کے قریب تھی چلا گیا۔

حضورؑ نے رؤسا میں جو تقریر فرمائی تھی اس کے لئے عام داخلہ نہ تھا۔ بلکہ طلباء کے لئے خاص ممانعت تھی لیکن میں اشتیاق میں دروازہ کے قریب کھڑا رہا۔ آخر منتظمین میں سے کسی ایک نے ترس کھا کر مجھے بھی صحن کے اندر کر دیا۔ تقریر کے دوران حضورؑ نے دودھ کے گلاس میں سے چند گھونٹ پیئے تھے۔ اس طرح یہ دودھ تبرک بن گیا

تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجھے بھی اس تبرک کا حصہ مل گیا۔ اس وقت ایسی خوشی حاصل ہوئی گویا بادشاہت مل گئی ہے۔

ایک روز غالباً وفات سے دو دن پہلے خواجہ صاحب کے مکان کے ہال کمرہ میں نماز ظہر وعصر ادا فرما کر حضورؑ تشریف فرما ہوئے۔ حضورؑ کے سامنے پندرہ بیس احباب میں مَیں بھی حاضر تھا۔ اس وقت حضورؑ نے کچھ باتیں بطور نصیحت فرمائیں۔ ان میں سے حضورؑ کے یہ الفاظ مجھے آج تک یاد ہیں کہ

''جماعت احمدیہ کیلئے بہت فکر کا مقام ہے کیونکہ ایک طرف تو لاکھوں آدمی انہیں کافر کافر کہتے ہیں۔ دوسری طرف اگر یہ بھی خدا تعالیٰ کی نظر میں مومن نہ بنے تو ان کیلئے دوہرا گھاٹا ہے۔''

میں سمجھتا ہوں کہ یہ حضورؑ کی آخری نصیحت یا وصیت تھی جس کو میں نے اپنے کانوں سے سنا۔ 25 مئی کی شام کو مغرب سے صرف ایک آدھ گھنٹہ پہلے حضورؑ مع حضرت اماں جانؓ و بعض صاحبزادگان بذریعہ گھوڑا گاڑی سیر کو تشریف لے گئے۔ اس وقت حضورؑ اندرون خانہ سے جب گاڑی پر سوار ہونے کیلئے باہر نکلے تو حضور کی رفتار میں کوئی کمزوری نظر نہ آتی تھی۔ بلکہ رفتار اچھی تیز تھی۔ حضورؑ اور حضرت اماں جانؓ گاڑی پر سوار ہو گئے۔ جبکہ کوچوان کے ساتھ والی سیٹ پر میاں شادی خان صاحب بیٹھے تھے اور گاڑی کے پچھلے پائیدان میں حضرت بھائی عبدالرحمن صاحب قادیانی بطور محافظ کھڑے تھے۔ گاڑی روانہ ہو گئی تو یہ عاجز بھی وہاں سے اپنی رہائش کی جگہ پر رین بسیرے کیلئے چلا گیا۔ اور اگلے روز شام کے وقت پھر حاضر ہونے کے خیال کے ساتھ رات کو سویا۔

26 مئی 1908

صبح کالج گیا اور جب گیارہ بجے کے قریب واپس مکان پر آیا تو کسی کی زبانی سنا کہ حضرت صاحب وفات پا گئے۔ میں اپنی کتابوں کو کمرہ میں پھینک کر فوراً احمدیہ بلڈنگ کی طرف روانہ ہو گیا۔ جب موچی دروازہ میں سے گزر رہا تھا تو وہاں کے لوگوں کو طنز کے طور پر حضورؑ کی وفات کا ذکر کرتے سنا۔ جس سے معلوم ہو گیا کہ واقعی یہ خبر درست ہے آخر جوں توں کر کے جب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کے مکان پر جو خواجہ صاحب کے مکان سے ملحق تھا پہنچا تو معلوم ہوا کہ حضورؑ کی وفات ہو گئی ہے۔ جو دس بجے کے قریب ہوئی تھی۔ حضورؑ رات کو اسہال کی مرض میں مبتلا ہوئے اور باوجود ہر طرح کے علاج کے اس کی شدت بڑھ گئی اور آخر موت پر منتج ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

حضرت اقدس علیہ السلام نے انبیاء کی وفات پر جو حالت مومنوں اور مخالفوں کی ہوتی ہے، الوصیت میں اس کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے۔

''کتب اللہ لاغلبن انا و رسلی۔ یعنی خدا نے لکھ رکھا ہے کہ وہ اور اس کے رسول غالب رہیں گے اور غلبہ سے مراد یہ ہے کہ جیسا کہ رسولوں اور نبیوں کا منشاء ہوتا ہے کہ خدا کی حجت زمین پر پوری ہو جائے اور اس کا مقابلہ کوئی نہ کر سکے۔۔۔ اسی طرح خدا تعالیٰ قوی نشانوں کے ساتھ ان کی سچائی ظاہر کر دیتا ہے۔ اور جس راست بازی کو وہ دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں اس کی تخم ریزی انہی کے ہاتھ سے کر دیتا ہے لیکن ان کی پوری تکمیل ان کے ہاتھ سے نہیں کرتا۔ بلکہ ایسے وقت میں ان کو وفات دے کر جو بظاہر ایک ناکامی کا خوف اپنے ساتھ رکھتا ہے مخالفوں کو ہنسی اور ٹھٹھے اور طعن و تشنیع کا موقعہ دے دیتا ہے اور جب وہ ہنسی اور ٹھٹھا کر چکتے ہیں تو پھر ایک دوسرا ہاتھ اپنی قدرت کا دکھاتا ہے اور ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے جن کے ذریعہ سے وہ مقاصد جو کسی قدر ناتمام رہ گئے تھے اپنے کمال کو پہنچتے ہیں۔ غرض دو قسم کی قدرت ظاہر کرتا ہے (1) اوّل خود نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھاتا ہے۔ (2) دوسرے ایسے وقت میں جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہو جاتا ہے اور دشمن زور میں آ جاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں اب کام بگڑ گیا اور یقین کر لیتے ہیں کہ یہ جماعت نابود ہو جائے گی۔۔۔ تب خدا تعالیٰ گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے جیسا کہ ابوبکر صدیقؓ کے وقت میں ہوا۔۔۔ سو اے عزیزو! جب کہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھاوے۔۔۔ دوسری قدرت کا آنا تمہارے لئے ضروری ہے کیونکہ وہ دائمی ہے۔ جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک میں نہ جاؤں۔ لیکن جب میں جاؤں گا تو پھر خدا تعالیٰ اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا۔ جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی۔۔۔۔۔''

''جیسا کہ خدا کا براہین احمدیہ میں وعدہ ہے اور وہ وعدہ میری ذات کی نسبت نہیں ہے بلکہ تمہاری نسبت وعدہ ہے۔ جیسا کہ خدا خود فرماتا ہے کہ میں اس جماعت کو جو تیرے پیرو ہیں قیامت تک دوسروں پر غلبہ دوں گا۔ سو ضرور ہے کہ تم پر میری جدائی کا دن آوے تا بعد اس کے وہ دن آوے جو دائمی وعدہ کا دن ہے۔''

وفات کے وقت مومنوں کی حالت

ہم نے حضورؑ کی وفات کے وقت اپنے آپ کو سخت حزیں پایا اور اسی کی مانند جیسا کہ حضور نے قبل از وقت فرمایا تھا۔

"اُس دن سب پر اداسی چھا جائے گی"

اس دن کا غم بے انتہا تھا۔ وہ پیارا باپ ہمیں یتیموں کی طرح بلبلاتا چھوڑ کر چلا گیا۔ اس صدمہ کا اثر آج کے دن تک چلا آ رہا ہے۔ اُداسی کا وہ عالم تھا کہ وہ دن تاریک و تار ہو گیا تھا فی الحقیقت آسمان کا سورج اس روز گرد و غبار کی وجہ سے بالکل مدھم ہو گیا تھا۔ الغرض میں اپنے قلب کی حالت کو دیکھ کر سچی گواہی دیتا ہوں کہ وہ دن ہمارے لئے نہایت صدمہ کا دن تھا۔ اور اس دن سخت اُداسی چھا گئی تھی۔ کہ حاضر مومن بیٹھے کھڑے اور چلتے تو نظر آتے تھے لیکن بے زبان تھے کوئی اونچی آواز سے بولتا سنائی نہ دیتا تھا۔ کوئی مجلس نہ تھی کہ جس میں لوگ بیٹھے ہوئے باتیں کرتے سنائی دیں۔ ہر ایک شخص اپنے قلب حزیں کو سینہ میں لئے تصویر بے جان کی طرح پھرتا نظر آتا تھا۔

اس احقر کو جس طرح حضورؑ کی معیت میں خوشی کی گھڑیاں دیکھنا نصیب ہوئی تھیں جن سے حضور علیہ السلام کی خاص شفقت اور خاص محبت اور دلی محبت معلوم ہوتی ہے۔ اسی طرح ان غم کی گھڑیوں کا دیکھنا بھی مقدر تھا۔ ایسے موقعہ پر عام طور پر اعزہ و اقارب ہی قریب جمع ہوتے ہیں۔ پھر ان کے غم و اندوہ کے بھی درجات ہوتے ہیں مگر میں اپنی نسبت تو کہتا ہوں کہ مجھے اس قدر غم و اندوہ پہنچا تھا کہ شاید ہی کسی اور کو پہنچا ہو الا ماشاء اللہ۔ کیونکہ میری حیثیت ایک غریب الوطن مسافر کی تھی جو نادار بھی تھا اور پہلے سے زخم خوردہ تھا کہ بالکل قریب کے عرصہ میں والدین اور اہلیہ کے گویا تین وفاتوں کے جاں گسل صدمات اٹھائے ہوئے تھا کہ پھر پیارے کے ارتحال کا ایک عظیم اور جانکاہ حادثہ برداشت کرنا پڑا۔ اس سانحہ کے بعد دن اور رات کے وقت میں پانی پینا یاد نہیں۔ کھانا تو بڑی چیز ہے۔ پھر میں 27 مئی کی شام تک جبکہ حضور کو دفن کر دیا گیا۔ حضور کی حاضری میں رہا۔ مجھے اپنے ربِّ محسن کا خاص احسان نظر آتا ہے کہ اس نے مجھے یہ غم کی گھڑیاں نصیب کیں۔ میں ان گھڑیوں کو بڑی کمائی سمجھتا ہوں۔

اغیار اشرار کا رویہ

جہاں جماعت احمدیہ کے افراد احمدیہ بلڈنگ میں غم و اندوہ میں وقت کاٹ رہے تھے۔ دشمن ہاں شریر دشمن بھی ہنسی ٹھٹھے کو انتہا تک پہنچائے بغیر نہ رہ سکا اور اُس نے قبل وقت فرمودہ کی تصدیق پورے طور پر کر دی۔ چنانچہ میرے کان ان شریروں کے دکھ دینے والے الفاظ کو آج تک یاد رکھے ہوئے ہیں۔ ایک نے کہا مرزا مر گیا۔ دوسرے نے کہا مرا نہیں بھدرک کے میلہ پر گیا ہے۔ یہ ایک مقامی میلہ کا دن تھا۔ پھر میری آنکھ اس منظر کو نہیں بھولتی کہ دشمن ہاں موچی دروازہ کے غنڈوں نے ہمارے زخموں پر کس بے دردی سے نمک چھڑکا۔ ان اشرار نے حضورؑ کا مصنوعی جنازہ نکالا۔ یعنی ایک شخص کا مصنوعی جنازہ نکالا۔ یعنی ایک شخص کا منہ کالا کر کے چارپائی پر لٹا دیا اور اس چارپائی کو میت کی چارپائی کی شکل میں ہمارے مکان کے سامنے طرح طرح کی بے ہودہ باتیں کرتے ہوئے ہمارے سامنے سے گزارا۔ اسی موچی دروازہ کے رہنے والے مسمی محمد سعید نے جو ڈاکٹر کہلاتا تھا ریلوے کے افسروں کو جھوٹی رپورٹ کر دی کہ نعوذ باللہ حضورؑ کی وفات ہیضہ سے ہوئی ہے تاکہ ریلوے والے جنازہ کو بٹالہ تک لے جانے کیلئے بوگی نہ دیں۔ جس کیلئے پرنسپل میڈیکل کالج ڈاکٹر سدرلینڈ کا سرٹیفکیٹ حاصل کیا گیا۔ کہ حضورؑ ہیضہ سے نہیں فوت ہوئے تھے۔ ڈاکٹر سدرلینڈ کو علاج کی غرض سے بھی بلایا گیا تھا۔ ان کے سرٹیفکیٹ سے یہ روک دور ہوئی۔ میرے جیسے ناچیز خادم جہاں اپنی دلفگاری میں مبتلا باہر کھڑے ہوئے تلخ گھڑیاں گزار رہے تھے وہاں ان کی نظر حضرت مولوی نورالدین صاحب کی طرف بھی اُٹھ رہی تھی کہ ان کا کیا حال ہے۔ وہ بھی جسم بے جان کی طرح بیٹھے ہوئے نظر آئے ایسے حال میں ہی حضرت اماں جانؓ کے وہ الفاظ کان میں پڑے جو آپ نے عین اس وقت منہ سے نکالے تھے۔ جب کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دم واپسیں تھا کہ

'یا اللہ! یہ تو ہمیں چھوڑ رہے ہیں پر تو نہ ہمیں چھوڑیو'

ان الفاظ سے دل کو کچھ ڈھارس پہنچی کہ ہمارا یگانہ خدا ہمارا خبر گیر ہے۔

نماز جنازہ لاہور میں اور قادیان کو روانگی

حضورؑ کی نعش مبارک کو غسل دیا گیا اور قریب تین چار بجے بعد دوپہر کے جسد مبارک کو ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کے مکان کی اوپر کی منزل سے جہاں حضورؑ نے وفات پائی تھی نچلے صحن میں لایا گیا اور حضورؑ کا جنازہ پڑھا گیا۔ جنازہ حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ نے پڑھایا۔ ان کو امام کس نے بنایا؟ احباب حاضر نے وہ خود بخود امام نہ بنے تھے۔ پس قدرت ثانیہ کا ظہور دوم احباب جماعت کی اس فراست کی شکل

میں نمودار ہوا کہ جس فراست کی وجہ سے حضرت مولوی صاحب کو جنازہ پڑھانے کیلئے امام چنا گیا۔ میں بھی اس نماز میں شریک تھا۔

نماز جنازہ پڑھا جانے کے بعد جسد مبارک بند تابوت میں ریلوے سٹیشن لاہور لے جایا گیا اس وقت ہمراہ پانچ چھ سو افراد سے کم نہ تھے۔ مجھے جنازہ کو کندھا دینے کا موقعہ ملا۔ گاڑی پانچ بجے شام کے قریب بٹالہ کیلئے روانہ ہوئی اور قریب نو بجے کے بٹالہ پہنچی۔ جسد مبارک کے تابوت کو جس کے اندر باہر برف رکھی ہوئی تھی۔ ریلوے سٹیشن بٹالہ کے پلیٹ فارم پر کھلی جگہ پر رکھ دیا گیا اور لاہور سے ساتھ آنے والے احباب جن میں یہ عاجز بھی شامل تھا اور وہ احباب جو دیگر مقامات سے آ گئے تھے جنازہ کے اردگرد بیٹھ رہے یا زمین پر لیٹ رہے۔ مجھے بیٹھ کر رات گزارنے کا موقعہ ملا۔ صبح تین بجے کے قریب تابوت کو جسے چارپائی پر باندھا گیا تھا اور لمبے لمبے بانسوں کے ذریعہ کندھا دینے کا انتظام کیا گیا تھا دو ڈیڑھ سو احباب اٹھا کر قادیان کو روانہ ہوئے۔ خاکسار کو اپنی کمزوریوں اور قد چھوٹا ہونے کی وجہ سے بانسوں کے نیچے کندھا دینے کا موقعہ نہیں ملتا تھا۔ اس لئے میں نے سر چارپائی کی پچھلی پٹی کے نیچے لگا دیا اور بہت دور تک اس حالت میں رکھے رکھا اور اپنی دلی خواہش کو پورا کیا۔ راستہ میں نماز فجر ادا کی گئی اور تابوت ساڑھے آٹھ بجے کے قریب قادیان پہنچایا گیا اور جسد مبارک اس مکان میں رکھا گیا جو بہشتی مقبرہ والے باغ میں بنا ہوا تھا۔ احباب قادیان مرد وزن حضور کی آخری زیارت کرنے لگے اور یہ سلسلہ کئی گھنٹہ تک جاری رہا۔ مجھے بھی حضور کا روئے مبارک تدفین سے پہلے آخری بار دیکھنے کا موقعہ ملا۔ الغرض مجھے غم واندوہ میں حصہ دار بننے کا موقعہ خاص اہتمام سے عطا ہوا اور میں نے خوب ہی غم کھایا۔ جو ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتا۔

حضرت خلیفہ اوّلؓ کا انتخاب

بعد دوپہر دو تین بجے کے قریب میں نے دیکھا کہ ایک گروہ جس کے پیش رو خواجہ کمال الدین صاحب تھے۔ حضرت مولوی نورالدین صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور خواجہ صاحب نے حضرت مولوی صاحبؓ سے درخواست کی کہ بیعت خلافت لیں۔ کچھ دیر قیل وقال ہوتی رہی۔ اس کے بعد دیکھا کہ حضرت مولوی صاحبؓ تقریر کیلئے کھڑے ہوئے ہیں جب کہ بارہ سو کے قریب افراد اس کے سننے کیلئے گرد جمع تھے۔ فرمایا کہ احباب مجھ بوڑھے پر خلافت کا بوجھ لاد رہے ہیں جس کے لائق میں اپنے آپ کو نہیں پاتا۔ میرے نزدیک مجھ سے زیادہ لائق افراد خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں موجود ہیں۔ جیسا کہ صاحبزادہ میاں محمود احمد صاحب، نواب محمد علی خان صاحب، میر ناصر نواب صاحب وغیرہ۔ میں تو یہاں تک بھی تیار ہوں کہ اگر صاحبزادی امتہ الحفیظ کو ہی چن لیا جائے تو میں تو اس کے ہاتھ پر بھی بیعت کرنے کیلئے تیار ہوں۔ مگر جماعت چونکہ مجھے مجبور کر رہی ہے۔ اس لئے بیعت لیتا ہوں۔ اس کے بعد حضورؓ نے حاضرین سے بیعت لی پھر جنازہ پڑھایا۔ جس میں خاکسار بھی شریک تھا۔ اس کے بعد جسد مبارک کو سپرد خاک کیا گیا۔ گویا جماعت احمدیہ کو خلیفہ کے انتخاب کا عزم کرنے کا موقعہ ملا اور جماعت کی نظر انتخاب حضرت مولوی نورالدین صاحبؓ پر پڑی اور باتفاق رائے آپ کو خلیفہ مان لیا۔ اس میں سب سے بڑا کمال حضرت اماں جانؓ کا نظر آتا ہے پھر حضرت محمود کا اور تمام افراد خاندان حضرت مسیح موعودؑ کا۔

الغرض 26 مئی کے اندوہناک دن کے بعد 27 مئی کا دن جماعت کیلئے بڑا ہی مبارک دن تھا جس میں خلافت کی بنیاد پڑی اور اُن کے ہاتھوں سے پڑی جنہوں نے بعد میں امر خلافت سے انحراف کیا۔ کیا ہی سچی خبر تھی قدرت ثانیہ کی آمد کے متعلق کہ ایک دن بھی پورا نہ گزرا تھا کہ احباب جماعت کے قلوب کو عقل و فراست اور پاک مومنانہ روح سے بھر دیا جاتا ہے۔ جنہوں نے حضرت مولوی صاحبؓ جیسے پاک وجود کو اپنا خلیفہ چن لیا پھر تمام کی تمام جماعت نے بیعت کر لی اور اس طرح پر جماعت کی اعلیٰ درجہ کی شیرازہ بندی ہوگئی اور بدخواہ دشمن منہ دیکھتا رہ گیا۔ حضرت مولوی صاحب کا وجود اس منصب کیلئے نہایت مبارک اور مناسب ٹھہرا جبکہ احباب کی ارادت اور محبت قریباً اسی طرح نظر آنے لگی جس طرح حضرت مسیح موعو علیہ السلام کے ساتھ نظر آتی تھی۔ پھر آپ کے وجود میں اللہ تعالیٰ نے وہ قوت بھر دی کہ جب انہی لوگوں میں سے بعض نے جو انتخاب خلافت کے وقت پیش پیش تھے ذرا مخالفانہ سر اُٹھایا تو حضورؓ نے بآواز بلند فرمایا کہ

''جس طرح حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ خلیفہ تھے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ نے مجھے خلیفہ بنایا ہے۔ یاد رکھو خلافت کیسری کی دوکان کا سوڈا واٹر نہیں۔ میری زندگی میں اب کوئی اور خلیفہ نہیں بن سکتا۔ مجھے خدا نے خلیفہ بنایا ہے اب کوئی طاقت مجھے معزول نہیں کر سکتی۔ دیکھو میری دعائیں عرش پر بھی سنی جاتی ہیں۔ میرے ساتھ لڑائی کرنا خدا سے لڑائی کرنا ہے۔ فرشتے بن کر اطاعت اور فرمانبرداری کرو ابلیس نہ بنو۔''

الغرض 27 مئی 1908 کو خلافت قائم ہوئی جو آج تک بفضلہٖ تعالیٰ قائم ہے۔

جماعت احمدیہ کا مبارک آغاز اور شاندار مستقبل

عطاء المجیب راشد۔ لندن

''مجھے اس خدائے کریم وعزیز کی قسم ہے جو جھوٹ کا دشمن اور مفتری کا نیست ونابود کرنے والا ہے کہ میں اس کی طرف سے ہوں اور اس کے بھیجنے سے عین وقت پر آیا ہوں اور اس کے حکم سے کھڑا ہوا ہوں اور وہ میرے ہر قدم میں میرے ساتھ ہے اور مجھے ضائع نہیں کرے گا اور نہ میری جماعت کو تباہی میں ڈالے گا جب تک وہ اپنا تمام کام پورا نہ کرلے جس کا اس نے ارادہ فرمایا ہے۔''

(اربعین حصہ دوم۔ روحانی خزائن جلد17 صفحہ 348)

ایمان، یقین، تحدّی اور جلال سے بھرے ہوئے یہ مبارک الفاظ اس مقدس ہستی کے ہیں جس کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس زمانہ میں بنی نوع انسان کی ہدایت اور راہنمائی کے لئے مبعوث فرمایا۔ یہ مقدس وجود ہمارے پیارے آقا، سرور کائنات، خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے روحانی فرزندِ جلیل حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام بانی جماعت احمدیہ کا ہے۔

انیسویں صدی کے آغاز میں ہندوستان بلکہ ساری دنیا میں مذہب اسلام کی حالت بہت ہی کسمپرسی کی تھی۔ مسلمان تو تھے مگر صرف نام کے۔ ان کی ایمانی اور عملی کمزوریوں کو دیکھ کر عیسائیت اور دیگر مذاہب ہر طرف سے اسلام پر حملہ آور ہو رہے تھے۔ مسلمانوں میں جواب کی ہمت نہ تھی۔ دردمندانِ اسلام کے دل مضطرب تھے اور خدا تعالیٰ کے آستانے پر سجدہ ریز۔ بالآخر رحمت الٰہی جوش میں آئی اور خدا تعالیٰ نے اپنے وعدے کے مطابق اسلام کی حفاظت اور احیائے نو کی بنیاد ڈالی۔

اس زمانہ کے سب سے بڑے فانی فی اللہ اور عاشقِ رسول، مرزا غلام احمد نے خواب میں دیکھا کہ لوگ ایک محی کی تلاش میں ہیں اور ایک شخص نے آپ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

هذا رجل یحبّ رسول الله

کہ یہی وہ عظیم اور مبارک انسان ہے جو رسول اللہ ﷺ سے سچی محبت رکھتا ہے۔ یہ خدائی اشارہ تھا کہ محبِ رسول ہونے کی شرط اس مقدس وجود میں پوری طرح متحقق ہے اور یہی امتیازی وصف ہر خیر وبرکت کی کلید ہے۔ پھر آپ کو ایک کشف میں یہ نظارہ بھی دکھایا گیا کہ ایک باغ لگایا جا رہا ہے اور آپ کو اس کا مالی مقرر کیا گیا ہے۔ 1882ء کے آغاز میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس الہام سے نوازا:

قل انی امرت وانا اوّل المؤمنین

ترجمہ: ان کو کہہ دے کہ میں مامور من اللہ اور اوّل المومنین ہوں

(کتاب البریہ۔ روحانی خزائن حاشیہ صفحہ 202)

یہ آپ کی ماموریت اور مجددیت کا پہلا الہام تھا۔ بعدازاں اللہ تعالیٰ نے آپ پر واضح فرمایا کہ جس امام مہدی اور مسیح موعود کے آنے کا وعدہ دیا گیا تھا۔ وہ وعدہ آپ کے وجود میں پورا ہوا اور آپ ہی کو رسول پاک ﷺ کی نیابت میں امام مہدی اور مثیل مسیح کا منصب عطا فرمایا گیا۔

یہ وہی زمانہ ہے جب آپ نے اسلام کی تائید ونصرت میں اپنے عظیم الشان قلمی جہاد کا آغاز فرمایا۔ کتاب براہین احمدیہ کی اشاعت نے عالم اسلام میں ایک نئی زندگی پیدا کر دی اور مسلمانوں کے پژمردہ چہروں پر رونقیں نظر آنے لگیں۔ آپ کی ان تالیفات کو تیرہ سو سال میں اسلام کی بہترین خدمت قرار دیا گیا۔ آپ اسلام دشمن طاقتوں کے خلاف اس شان سے نبرد آزما ہوئے کہ روحانی بصیرت رکھنے والوں نے اس گوہر آبدار کو خوب پہچان لیا۔ لدھیانہ کے مشہور بزرگ حضرت صوفی حاجی احمد جان صاحب نے لکھا کہ آپ مجددِ وقت، طالبان سلوک کے لئے آفتاب اور گمراہوں کے لئے خضرِ راہ اور منکرین اسلام کے لئے سیفِ قاطع اور حاسدوں کے واسطے حجّتِ بالغہ ہیں۔

لوگوں کے ہاتھ بیعت کی غرض سے آپ کی طرف اٹھنے لگے لیکن آپ نے ایسی ہر درخواست کے جواب میں یہی فرمایا:

’’اب تک خداوند کریم کی طرف سے کچھ علم نہیں اس لئے تکلف کی راہ میں قدم رکھنا جائز نہیں‘‘

وقت گزرتا گیا اور بالآخر وہ مبارک گھڑی آگئی جب آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بات کی اجازت عطا ہوئی کہ آپؑ لوگوں سے بیعت لیں۔ یکم دسمبر 1888ء کو آپؑ نے ایک اشتہار ’’تبلیغ‘‘ کے نام سے شائع فرمایا جس میں پہلی بار الہام الٰہی کے حوالے سے اعلان فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے بیعت لینے کا ارشاد فرمایا ہے۔ آپؑ نے تحریر فرمایا:

’’یہ ربّانی حکم ہے جو آج میں نے پہنچا دیا ہے۔‘‘

(مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 188)

اس ابتدائی اعلان کے قریباً چالیس روز بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے 12 جنوری 1889ء کو ’’تکمیل تبلیغ‘‘ کے نام سے ایک اور اشتہار شائع فرمایا جس میں دس شرائط بیعت کا ذکر فرمایا۔ اشتہار کے آخر میں یہ بھی تحریر فرمایا کہ:

دعوتِ بیعت کا یہ عام اشتہار ہے اور

’’متحملین شرائط متذکرہ بالا کو عام اجازت ہے کہ بعد ادائے استخارۂ مسنونہ اس عاجز کے پاس بیعت کرنے کے لئے آویں۔‘‘

(مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 192)

ان اشتہارات کی اشاعت کے بعد سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود و مہدیٔ معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قادیان سے لدھیانہ کا سفر اختیار فرمایا اور حضرت صوفی احمد جان صاحبؓ کے مکان واقعہ محلّہ جدید میں قیام پذیر ہوئے۔ لدھیانہ آنے کے چند روز بعد 4 مارچ 1889ء کو آپؑ نے ایک اور اشتہار بھی شائع فرمایا جس میں آپؑ نے بیعت کی حقیقت، بیعت کے اغراض و مقاصد اور بیعت کے ذریعہ حاصل ہونے والی روحانی برکات کا تفصیل سے ذکر فرمایا۔ نیز فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس سلسلۂ بیعت کو کیفیت و کمیّت ہر لحاظ سے بڑی عظمت اور شوکت عطا فرمائے گا۔ آپؑ نے تحریر فرمایا:

’’یہ گروہ اس کا ایک خالص گروہ ہوگا اور وہ انہیں آپ اپنی روح سے قوّت دے گا اور انہیں گندی زیست سے صاف کرے گا اور ان کی زندگی میں ایک پاک تبدیلی بخشے گا۔ وہ......اس گروہ کو بہت بڑھائے گا اور ہزار ہا صادقین کو اس میں داخل کرے گا۔ وہ خود اس کی آبپاشی کرے گا اور اس کو نشو و نما دے گا یہاں تک کہ ان کی کثرت اور برکت نظروں میں عجیب ہو جائے گی۔‘‘

(مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 198)

حضرت مسیح پاک علیہ السلام کی طرف سے ان اشتہارات کی اشاعت نے مخلصین اور مومنین کے دلوں میں زندگی کی روح پھونک دی۔ یہ فدائی روحیں تو عرصہ سے اس ساعتِ سعد کی منتظر تھیں۔ امام الزمان علیہ السلام کی آواز سنتے ہی سعادت مند مخلصین لدھیانہ پہنچنے لگ گئے۔ بیعت لینے کے لئے آپؑ نے حضرت منشی صوفی احمد جان صاحبؓ کے مکان کو پسند فرمایا۔ یہ وہی عارف باللہ اور پاک باطن صوفی بزرگ ہیں جو آپؑ کے قدیم عشاق میں سے تھے اور اس بات کے شدید خواہش مند تھے کہ آپؑ کے دست مبارک پر بیعت کی سعادت پائیں۔ آپ ہی نے ایک موقعہ پر حضرت مسیح پاک علیہ السلام کو مخاطب کر کے فرمایا تھا:

سب مریضوں کی ہے تمہی پہ نگاہ
تم مسیحا بنو خدا کے لئے

اس وقت تو حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے آپ کو یہی جواب دیا کہ میں ابھی بیعت لینے کے لئے مامور نہیں کیا گیا۔ مگر آہ! کہ جب یہ وقت آیا تو حضرت صوفی صاحب اس دنیا سے رخصت ہو چکے تھے۔ لیکن مسیح پاک علیہ السلام کی قدر شناسی اور ذرہ نوازی دیکھئے کہ آپؑ نے بیعت اولیٰ کے لئے جس جگہ کا انتخاب فرمایا وہ اسی عاشقِ صادق کا مکان تھا جو بعد ازاں تاریخ احمدیت میں دارالبیعت کے نام سے موسوم ہوا۔ اور مزید یہ کہ 313 بیعت کرنے والوں کی فہرست جب اپنی کتاب انجام آتھم میں شائع فرمائی تو 99 ویں نمبر پر اس عاشقِ صادق کا نام بھی شامل فرمایا کہ یہ پاک انسان تو برسوں قبل ہی آپؑ کے مبایعین کے زمرہ میں داخل ہو چکا تھا!

بالآخر 23 مارچ 1889ء کا دن آ گیا جو اسلام کی تاریخ میں ایک سنہری تاریخ ساز دن ہے۔ یہی وہ مبارک دن ہے جس روز دورِ آخرین میں احیائے اسلام کی آسمانی تحریک کا دنیا میں باقاعدہ آغاز ہوا اور حقیقی اسلام کی علمبردار اور فدائی جماعت احمدیہ کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ اس روز جماعت کی تاریخ میں پہلی بار، اللہ تعالیٰ کے ارشاد کی تعمیل میں اور سنت نبوی کی پیروی کرتے ہوئے، امام الزمان سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنا دست مبارک مبائعین کے ہاتھوں کے اوپر رکھتے ہوئے ان سے بیعت لی۔ یہ بیعت اولیٰ کہلاتی ہے۔ اس روز سے بیعت کا یہ طریق جماعت احمدیہ میں جاری و ساری ہے۔ ابتدا میں بیعت کی تقریب میں چند افراد شامل ہوا کرتے تھے اور تقریب بھی مقامی نوعیت کی ہوتی تھی۔ اب تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے MTA کی برکت سے یہ ایک عالمگیر تقریب بن چکی ہے

جس میں ہر سال کروڑوں افراد خلیفۂ وقت کے دستِ مبارک پر بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شامل ہوتے ہیں۔

23 مارچ 1889ء بمطابق 20 رجب 1310 ہجری جمعرات کا دن تھا۔حضرت اقدس مسیح پاک علیہ السلام مکان کے اس حجرہ میں تشریف لائے جو مکان کے شمال مشرقی کونے میں ہے۔اس وقت اس کی حالت ایک خستہ حال کچی کوٹھڑی کی تھی۔حضرت مسیح پاک علیہ السلام کمرہ کے جنوب مشرقی کونے میں نیچے بیٹھ گئے اور انتہائی سادگی کے ساتھ بیعت کی تقریب کا آغاز ہوا۔کمرے کے دروازہ پر حضرت شیخ حامد علیؓ کو مقرر فرمایا اور ہدایت دی کہ جسے میں کہتا جاؤں اسے کمرہ میں بلاتے جاؤ۔سب سے پہلے جس خوش نصیب کو آپؑ نے بیعت کے لئے طلب فرمایا وہ آپؑ کے فدائی اور سرتاپا عاشق،حضرت مولانا نورالدینؓ تھے۔حضرت اقدسؑ نے حضرت مولوی صاحبؓ کا ہاتھ کلائی پر سے زور کے ساتھ پکڑا اور بڑی لمبی بیعت لی۔بیعت کے الفاظ یہ تھے۔

''آج میں احمدؑ کے ہاتھ پر اپنے تمام گناہوں اور خراب عادتوں سے توبہ کرتا ہوں جن میں میں مبتلا تھا اور سچے دل اور پکے ارادہ سے عہد کرتا ہوں کہ جہاں تک میری طاقت اور میری سمجھ ہے اپنی عمر کے آخری دن تک تمام گناہوں سے بچتا رہوں گا اور دین کو دنیا کے آراموں اور نفس کے لذات پر مقدم رکھوں گا اور 12 جنوری کی دس شرطوں پر حتی الوسع کاربند رہوں گا۔اور اب بھی اپنے گزشتہ گناہوں کی خداتعالیٰ سے معافی چاہتا ہوں۔استغفر اللّٰہ ربی استغفر اللّٰہ ربی استغفرا للّٰہ ربی من کل ذنبٍ واتوب الیہ۔اشھد ان لا الٰہ الااللّٰہ وحدہ' لا شریک لہ واشھد ان محمدًا عبدہ' ورسولہ۔ربّ انی ظلمت نفسی واعترفت بذنبی فا غفرلی ذنوبی فا نہ' لا یغفر الذنوب الا انت۔''

پانچ احباب کو نام بنام بلانے اور ان سے بیعت لینے کے بعد حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے شیخ حامد علی صاحبؓ سے فرمایا کہ اب آپ خود ہی ایک ایک آدمی کو اندر داخل کرتے جائیں۔اس طرح سب سے فرداً فرداً بیعت کا سلسلہ جاری رہا۔اس روز چالیس خوش نصیبوں نے آپؑ کے دست مبارک پر بیعت کرنے کا شرف حاصل کیا۔

حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے ارشاد پر اس موقع پر ایک خصوصی رجسٹر تیار کیا گیا جس پر یہ عنوان لکھا گیا۔

''بیعت توبہ برائے حصول تقویٰ وطہارت''

اس میں سب مبائعین کے نام،ولدیت اور سکونت وغیرہ کا اندراج کیا گیا۔بعض ابتدائی نام حضرت اقدس نے خود اپنے دست مبارک سے تحریر فرمائے اور باقی نام مختلف اوقات میں دیگر احباب نے درج کئے۔حضرت منشی ظفر احمد صاحب آف کپورتھلہ نے پہلے روز بیعت کی توفیق پائی۔وہ اس بیعت کی کیفیت یوں بیان کرتے ہیں کہ حضور تنہائی میں بیعت لیتے تھے اور کواڑ بھی قدرے بند ہوتے تھے۔بیعت کرتے وقت جسم پر ایک لرزہ اور رقت طاری ہو جاتی تھی اور بیعت کے بعد دعا بہت لمبی فرماتے تھے۔

مردوں سے بیعت لینے کے بعد حضرت اقدس گھر میں واپس تشریف لائے اور بعض عورتوں نے بھی بیعت کی۔حضرت ام المومنین سیدہ نصرت جہاں بیگمؓ صاحبہ تو ہمیشہ سے آپ کے سب دعاوی پر کامل ایمان رکھتی تھیں۔اس روز سب سے پہلے بیعت کرنے کی سعادت حضرت صغریٰ بیگمؓ نے پائی جو حضرت مولانا نورالدینؓ کی اہلیہ اور حضرت صوفی احمد جانؓ کی صاحبزادی تھیں۔بیعت کی تقریب کے بعد جملہ حاضر احباب نے حضرت اقدس کے ساتھ آپ کے دسترخوان پر کھانا کھایا اور بعدازاں نماز ادا کی گئی۔

یہ ہے بہت مختصر اور اجمالی ذکر اس عظیم الشان اور یادگار دن کا جب جماعت احمدیہ کی باقاعدہ بنیاد رکھی گئی۔یہ دراصل ابتداء تھی ایک عظیم الشان روحانی عالمگیر انقلاب کی جو ازل سے اللہ تعالیٰ کی غالب تقدیر کا ایک حصہ ہے۔اللہ تعالیٰ کی یہ ازلی تقدیر دن بدن روشن تر اور کل دنیا پر محیط ہوتی جارہی ہے۔اللہ تعالیٰ نے حضرت خاتم الانبیا محمد مصطفیٰ ﷺ کے غلام اور عاشقِ صادق حضرت مسیح موعود کو احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی ترقی،عظمت،شوکت اور عالمگیر غلبہ کے متعلق جو جو بشارتیں عطا فرمائیں وہ ایک ایک کر کے پوری ہورہی ہیں اور مومنین کے دلوں کو یقینِ محکم عطا کررہی ہیں کہ احمدیت کے ذریعہ غلبۂ اسلام کی تقدیر ضرور پوری ہوکر رہے گی اور دنیا کی کوئی طاقت بلکہ دنیا کی ساری طاقتیں مل کر بھی اس خدائی تقدیر کا راستہ ہرگز روک نہیں سکتیں!

جس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اذنِ الٰہی سے سلسلہ عالیہ احمدیہ کی بنیاد رکھی اس زمانہ میں ابتداءً آپؑ بالکل اکیلے تھے۔کوئی دنیاوی مددگار اور ہمنوا نہ تھا۔ہاں زمین وآسمان کا خالق،قادر وتوانا خدا جس نے آپؑ کو بھیجا تھا وہ ہمیشہ آپؑ کے ساتھ تھا۔آپؑ نے فرمایا:

"میرے پر ایسی رات کوئی کم گزرتی ہے جس میں مجھے یہ تسلی نہیں دی جاتی کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور میری آسمانی فوجیں تیرے ساتھ ہیں"

(ضمیمہ تحفۂ گولڑویہ۔ روحانی خزائن جلد17 صفحہ49)

پھر اسی علّام الغیوب خدا سے خبر پا کر آپؑ نے یہ بھی اعلان فرمایا:

"خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا اور میرے سلسلہ کو تمام زمین میں پھیلائے گا اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کرے گا اور میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کے رُو سے سب کا منہ بند کر دیں گے اور ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پیئے گی اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پھولے گا یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جاوے گا...... خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تجھے برکت پہ برکت دونگا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔"

(تجلیاتِ الٰھیہ۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ409)

پھر آپؑ نے بڑے جلال اور تحدّی سے الٰہی وعدوں اور خدائی نصرتوں پر کامل یقین رکھتے ہوئے علی الاعلان فرمایا:

"دیکھو وہ زمانہ چلا آتا ہے بلکہ قریب ہے کہ خدا اس سلسلہ کی دنیا میں بڑی قبولیت پھیلائے گا اور یہ سلسلہ مشرق اور مغرب اور شمال اور جنوب میں پھیلے گا اور دنیا میں اسلام سے مراد یہی سلسلہ ہوگا۔ یہ باتیں انسان کی باتیں نہیں۔ یہ اس خدا کی وحی ہے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں"

(تحفہ گولڑویہ۔ روحانی خزائن جلد 17صفحہ 182)

یہ ساری بشارتیں جن کا مرکزی نقطہ تائید و نصرت الٰہی ہے بڑی شان سے دن رات پوری ہو رہی ہیں۔ ہر آنے والا دن احمدیت کی روز افزوں ترقی کا آئینہ دار ہے۔ اسلام کے عالمگیر غلبہ کے آثار روشن سے روشن تر ہوتے جا رہے ہیں۔ فتح اسلام کا دلربا نقشہ ہماری نظروں کے سامنے روز بروز کھلتا چلا جا رہا ہے۔

کاروانِ احمدیت جس کا آغاز صرف چالیس افراد سے ہوا، آج اس کی تعداد کروڑہا کروڑ تک جا پہنچی ہے اور ہر سال لاکھوں کی تعداد میں بڑھ رہی ہے۔ دنیا کا کوئی معروف ملک نہیں جہاں یہ شجرِ احمدیت نہ لگ چکا ہو۔ شجرۂ طیبہ کی طرح اس کی جڑیں اکنافِ عالم میں خوب مضبوطی سے پیوست ہیں۔ جبکہ اس کی شاخیں شش جہات میں سایہ فگن ہیں۔ ہر قوم اس چشمہ سے پانی پی رہی ہے اور رنگ و نسل کی تمیز سے بے نیاز، شجرِ احمدیت کی گھنی چھاؤں تلے شانہ بشانہ خدمت اسلام میں مصروف ہے۔ ساری دنیا میں قرآن مجید اور اسلامی لٹریچر کی اشاعت میں جماعت احمدیہ ایک امتیازی مقام رکھتی ہے۔ تعلیم اور طبی خدمات کے میدانوں میں بے لوث خدمتِ انسانیت کرنے والی اس جماعت کی خدمات کا برملا اعتراف کیا جاتا ہے۔

اکنافِ عالم میں ہزاروں مساجد کی تعمیر کا اعزاز اس جماعت کو حاصل ہے۔ مسلم ٹیلیویژن احمدیہ انٹرنیشنل کے ذریعہ دنیا کے کونے کونے میں اسلام کا پیغام پہنچانے کی خوش بختی اور سعادت بھی اس جماعت کو حاصل ہے۔ اس طرح یہ بشارتِ الٰہی کہ "میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا" دن رات پوری ہو رہی ہے۔ مسیح پاک علیہ السلام کے کپڑوں سے بادشاہوں کے برکت پانے کا نشان بارہا پورا ہو چکا ہے۔ گیمبیا، نائجیریا اور بینن کے متعدد بادشاہ اور حکمران یہ سعادت حاصل کر چکے ہیں۔ علم اور معرفت میں کمال حاصل کرنے کے میدان میں حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحبؓ، پروفیسر ڈاکٹر عبد السلام صاحب اور صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب کی امتیازی خدمات اپنی مثال آپ ہیں۔ تائید و نصرت الٰہی کے نشانوں کا کوئی شمار نہیں۔ حق یہ ہے کہ ہر دن احمدیت کی ترقی کا پیغام لے کر طلوع ہوتا ہے اور عالم احمدیت پر سورج کبھی غروب نہیں ہوتا۔ جماعت احمدیہ کے شاندار مستقبل کے بارہ میں سیدنا حضرت اقدس مسیح پاک علیہ السلام نے کس تحدی اور جلال کے ساتھ فرمایا:

"اے تمام لوگو! سن رکھو کہ یہ اس کی پیشگوئی ہے جس نے زمین و آسمان بنایا۔ وہ اپنی اس جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلا دے گا اور حجت اور برہان کی رو سے سب پر ان کو غلبہ بخشے گا۔ وہ دن آتے ہیں بلکہ قریب ہیں کہ دنیا میں صرف یہی ایک مذہب ہوگا جو عزت کے ساتھ یاد کیا جائے گا۔ خدا اس مذہب اور اس سلسلہ میں نہایت درجہ اور فوق العادت برکت ڈالے گا اور ہر ایک کو جو معدوم کرنے کا فکر رکھتا ہے نامراد رکھے گا اور یہ غلبہ ہمیشہ رہے گا یہاں تک کہ قیامت آجائے گی۔ میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں۔ سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا۔ اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے"

(تذکرۃ الشہادتین۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ66)

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ

(حیاتِ نُور)

ایک مرتبہ طالب علموں میں مباحثہ ہوا کہ اہل کمال کسی کو اپنا کمال بتاتے ہیں یا نہیں؟ آپ کا دعویٰ تھا کہ بتاتے ہیں مگر دوسرے طالب علم کہتے تھے کہ نہیں بتاتے۔ فیصلہ یہ ہوا کہ یہاں امیر شاہ صاحب عامل ایک باکمال انسان ہیں۔ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر فیصلہ کروا لیتے ہیں۔ جب ان کی خدمت میں پہنچے تو وہ ایک لکڑی کے تخت پر تکیہ لگائے لیٹے ہوئے تھے اور پاس ہی زمین پر ایک چھوٹی سی چٹائی بچھی ہوئی تھی۔ بڑے بڑے اور زیادہ مستحق طالب علم اس چٹائی پر بیٹھ گئے باقی زمین پر بیٹھ گئے۔ مگر آپ کو چونکہ زمین پر بیٹھنے سے نفرت بلکہ کراہت تھی۔ اس لئے آپ ایک کچی دیوار کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ امیر شاہ صاحب نے طالب علموں کو مخاطب کر کے کہا۔ ''او ملّو! کس طرح آئے؟'' آپؓ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا۔ ایک مقدمہ ہے جس میں یہ سب لوگ مدعی اور میں مدعا علیہ ہوں یا میں مدعی ہوں اور یہ مدعا علیہ ہیں۔ آپ سے فیصلہ کروانا چاہتے ہیں۔ تب انہوں نے کہا کہ تم کھڑے کیوں ہو؟ میں نے عرض کیا کہ چٹائی بہت چھوٹی ہے۔ جو ہمارے اعزاز کے قابل طالب علم تھے وہ بیٹھ گئے، اب کوئی جگہ نہیں اس لئے میں کھڑا ہوں۔ انہوں نے فرمایا تم ہمارے پاس آ جاؤ۔ میں فوراً تخت پر اُن کے پاس جا بیٹھا۔ طالبعلموں کا تو اسی وقت فیصلہ ہو گیا۔ مگر انہوں نے مقدمہ سن کر صاف لفظوں میں مجھ سے کہا کہ تم سچے ہو اور یہ سب غلطی پر ہیں۔ میں نے کہا۔ بس فیصلہ ہو گیا۔ اب جاتے ہیں۔''

اس کے بعد انہوں نے عملیات کی ایک قلمی ضخیم کتاب آپ کو لا کر دی اور فرمایا کہ یہ میری ساری عمر کا اندوختہ ہے جو میں تم کو دیتا ہوں مگر آپ نے فرمایا کہ میں تو ایک طالب علم ہوں۔ مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ اس پر انہوں نے چشمِ پُر آب ہو کر فرمایا:

''ہم تم کو دیتے ہیں اور تم لیتے نہیں۔ یہ لوگ مانگتے ہیں اور ہم دیتے نہیں۔''

آپؓ فرماتے ہیں جب میں اٹھنے لگا تو انہوں نے فرمایا:

''ہم ایک بات عملیات کے متعلق کہتے ہیں اُس کو سُن لو۔ جب کوئی شخص تمہارے پاس کسی غرض کیلئے آئے تو تم کو چاہیئے کہ تم جنابِ الٰہی کی طرف جُھک جاؤ اور یوں التجا کرو کہ الٰہی میں نے اس کو نہیں بلایا۔ تو نے خود بھیجا ہے۔ جس کام کیلئے آیا ہے اگر وہ کام کرنا تجھ کو منظور نہیں تو گناہ کے سبب میرے لئے تو نے یہ سامان ذلت بھیجا میں اس گناہ سے توبہ کرتا ہوں۔ پھر بھی دوبارہ تمہاری اس دُعا مانگنے کے بعد وہ اصرار کرے تو دوبارہ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا مانگ کر اس کو کچھ لکھ دیا کرو۔''

آپ فرماتے ہیں:

''مجھ کو امیر شاہ صاحب کے بتائے ہوئے اس نکتہ نے آج تک بڑا فائدہ دیا۔ مگر ان طلباء نے مطلق توجہ نہیں کی اور ان کو کچھ بھی خبر نہ ہوئی کہ انہوں نے کیا بتا دیا۔''

طالب علموں نے باہر نکلتے ہی کہا کہ اس کو حُبّ کا عمل آتا ہے جس کے باعث شاہ صاحب اس کے قابو میں آ گئے اور اسی واسطے یہ ہمیشہ بڑے بڑے امیروں اور معززوں میں رہتا ہے۔

(حیاتِ نور باب اوّل صفحہ 32-33)

ارشادات سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ

(الازھار لذوات الخمار)

خدا تعالیٰ کیلئے مرد اور عورت دونوں برابر ہیں۔ اُس نے دونوں کو پیدا کیا ہے اگر کوئی مرد اس کے حکم کو توڑتا اور عورت فرمانبرداری کرتی ہے تو وہ عورت اللہ تعالیٰ کے نزدیک اُس مرد سے بدرجہا اچھی ہے۔ اسی طرح اگر کوئی عورت خدا تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی کرتی ہے اور مرد فرمانبرداری کرتا ہے تو وہ مرد خدا تعالیٰ کے نزدیک اس عورت سے بدرجہا اچھا ہے۔

...... * * * * * * ......

رسول کریم ﷺ کی بیویاں مسائل میں غلطی کرنے پر مردوں کو ڈانٹ دیتی تھیں اور حضرت عائشہؓ قرآن کا درس دیا کرتی تھیں جسے مرد بھی سُنا کرتے تھے۔ پھر بعض عورتیں ایسی بھی گزری ہیں جو درمیان میں پردہ لٹکا کر مردوں کو پڑھاتی رہیں مگر آج یہ مصیبت ہے کہ عورتیں خود اَن پڑھ ہیں اور اُن کا خیال ہے کہ ہم کیا کرسکتی ہیں۔ کچھ بھی نہیں۔ حالانکہ یہ خیال بالکل غلط ہے۔ پہلے جو عورتیں پڑھی ہوئی نہ بھی تھی اُن میں بھی یہ خیال نہ پایا جاتا تھا۔

...... * * * * * * ......

پچھلے دنوں میں نے مستورات کو چندہ دینے کی تحریک کی تو مجھے بتایا گیا کہ مرد عورتوں کو روپیہ نہیں دیتے بلکہ جس چیز کی ضرورت ہو وہ لا دیتے ہیں۔ اسلئے وہ چندہ کہاں سے دیں لیکن یہ بات شریعت کے خلاف ہے۔ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرامؓ کا یہ طریق تھا کہ عورتوں کو اپنے مال میں حصہ دیا کرتے تھے۔ اب بھی اسی طرح کرنا چاہیئے۔ اور خواہ کتنی ہی تھوڑی آمدنی ہو اس سے عورتوں کو اُن کا حصہ دینا چاہیئے۔ پھر اس میں سے عورتیں خدا کی راہ میں دیا کریں اور اس بات کا ہرگز خیال نہ ہو کہ اس قلیل رقم سے کیا بنے گا۔ خواہ ایک دمڑی دینے کی توفیق ہو تو وہی دے دی جائے۔ اللہ تعالیٰ اخلاص کو دیکھتا ہے نہ مال کو۔ اگر کسی کے پاس صرف ایک روٹی ہو اور وہ اُس کا ایک چوتھا حصہ خدا تعالیٰ کی راہ میں دے دے تو خدا تعالیٰ کے حضور وہ ثواب کا ویسا ہی مستحق ہے جیسا کہ سو روپیہ والا پچیس روپے دے کر۔

...... * * * * * * ......

رسول کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ جب کوئی شخص مرتا ہے اور عورتیں بین کرتی ہوئی کہتی ہیں اَے بھائی تو ایسا بہادر تھا کہ تیرے آگے شیر بھی نہیں ٹھہر سکتا تھا تو فرشتے اُسے گُرز مار کر پوچھتے ہیں کیا تُو ایسا ہی تھا؟ وہ کہتا ہے نہیں۔ فرشتے پوچھتے ہیں پھر کیوں تیرے متعلق ایسا کہا جاتا ہے؟ اسی طرح عورتیں جو اور جھوٹی تعریفیں کر کے روتی ہیں اُن کے متعلق پوچھا جاتا ہے اور مرنے والے کو اقرار کرنا پڑتا ہے کہ یہ باتیں مجھ میں نہیں پائی جاتی تھیں تو جھوٹی تعریف سے کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا اور نہ جھوٹی مذمّت سے کوئی نقصان ہوتا ہے۔ اس لئے دیکھنا چاہیئے کہ جو کچھ بیان کیا جاتا ہے اُس میں میرے عمل کرنے کیلئے کوئی بات ہے۔ اگر کوئی اچھی بات ہو تو اُس پر عمل کرنا چاہیئے اور اگر کوئی بری بات اپنے اندر نظر آئے تو اُسے چھوڑ دینا چاہیئے۔ یہ غرض ہوتی ہے وعظ کی۔

...... * * * * * * ......

ارشادات سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ

آپؒ فرماتے ہیں:

حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کی صفات کو دیکھ کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ کاش ہر ایک احمدی نورالدین بن جائے چنانچہ اپنے ایک فارسی شعر میں فرماتے ہیں:

چہ خوش بودے اگر ہر یک ز امت نور دیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پُر از نورِ یقیں بودے

کہ کاش میری جماعت کا ہر فرد نورِ دین ہو جائے اور فرماتے ہیں کہ میں تمہیں ایک گُر بتاتا ہوں اور تمہیں ایک نسخہ دیتا ہوں۔ اگر تم اس پر عمل کرو گے تو تم بھی ایسے ہی بن جاؤ گے اور وہ یہ ہے کہ اپنے دلوں کو نورِ یقین سے بھر لو۔ اس بات پر کہ خدا ہے اور ھو اللہ احد وہ ایک ہے۔

☆ یقین اس بات پر کہ خدائے تعالیٰ کی باتوں کو مان لینا عین سعادت ہے۔

☆ یقین اس بات پر کہ اس کی باتوں سے انکار کرنا اور اس کی آواز پر لبیک نہ کہنا اس کے قہر کا مورد بنا دیتا ہے۔

☆ یقین اس بات پر کہ وہ کامل طاقتوں اور قوتوں والا ہے۔ کوئی اس سے فرار حاصل نہیں کرسکتا۔ اور کوئی انسان اس کی محبت جیسی محبت اور کہیں نہیں پا سکتا۔ بشرطیکہ وہ اپنے کو اس کی محبت کا مستحق بنائے۔

☆ یقین اس بات پر کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کے سچے مامور ہیں اور ان پر ایمان لانا ہمارے لئے ضروری قرار دیا گیا ہے۔

☆ یقین اس بات پر کہ آج وہ تمام فضل اور رحمتیں جو اسلام سے وابستہ ہیں صرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ ہی حاصل کی جاسکتی ہیں اور آپ کی جماعت سے باہر رہ کر انسان ان کا وارث نہیں ہوسکتا۔

☆ یقین اس بات پر کہ اس سلسلہ کیلئے قربانیاں دینا اور اوقات عزیزہ کو صرف کرنا اور اموال کو خرچ کرنا ایک ایسی توفیق ہے کہ خدا تعالیٰ کے فضل کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی۔

☆ یقین اس بات پر کہ احمدیت (حقیقی اسلام) کے غلبہ کیلئے جو بشارتیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دی گئی ہیں وہ ضرور پوری ہو کر رہیں گی۔

جب دل نورِ یقین سے بھر جائے اور اس کے تمام لوازم بھی متحقق ہو جائیں اور جب بندہ اپنے نفس کو کھو کر اور لَاشَیْء محض کی حیثیت سے اس کے آستانہ پر گر جائے تب خدا تعالیٰ اس بندے کو اُٹھاتا اور کہتا ہے کہ ایک نورِ دین نہیں بلکہ بہت سے نورِ دین میں اس جماعت کو دوں گا۔ مگر جو پہلے ہے وہ پہلے ہی ہے۔ اور جو ذمہ داریاں ان کے وجود کے ساتھ تعلق رکھتی تھیں وہ قیامت تک ہم پر بھی قائم رہیں گی۔ ان میں سے ایک اہم ذمہ داری یہ ہے کہ ہم جماعت احمدیہ کے تمام افراد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود بھیجنے کے ساتھ ساتھ اپنے اس محبوب آقا کو بھی کبھی نہ بھلائیں۔

(خطباتِ ناصر جلد اوّل صفحہ 31,30 ، خطبہ جمعہ فرمودہ 3 دسمبر 1965 بمقام مسجد مبارک ربوہ)

ارشادات سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ

”قرۃ اعین“ بنانا ’ذُرِّیت‘ کو یک طرفہ ہو ہی نہیں سکتا۔ جس قرۃ العین کا ذکر فرمایا گیا ہے یہ آنکھوں کی ٹھنڈک یکطرفہ ممکن ہی نہیں ہے کیونکہ شرط یہ ہے ”واجعلنا للمتقین اماما!“ اب آپ دیکھیں کہ بہت سے ماں باپ ہیں جو اپنے بچوں سے آنکھوں کی ٹھنڈک پاتے ہیں خواہ جو مرضی کرتے پھریں۔ وہ جتنے زیادہ فیشن ایبل ہوں گے، جتنا زیادہ لغویات میں مصروف ہوں گے اگر وہ پڑھائی میں اچھے ہوں اور دنیا کمانے کا یقین ہو جائے ماں باپ کو تو ان کی ہر دوسری دلچسپی بھی ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک پیدا کرتی ہے خواہ وہ متقی نہ بن رہے ہوں۔ پس قرآن کریم نے جس دلچسپی کا ذکر فرمایا ہے یہ ایسی دلچسپی ہے کہ جس کے نتیجے میں جب تک آپ کو اولاد میں نیکیاں دکھائی نہ دیں قرۃ عین نصیب نہیں ہو سکتی۔

پس ایسا تعلق جوڑیں بچوں سے کہ جو ان کے اندر نیکیاں پیدا کرنے والا ہو اور نیکیوں کے باوجود تعلق آپ سے رہے محض دنیاوی طور پر ان کا کچھ حاصل کرنا آپ کیلئے تسکین کا موجب نہ بنے۔ یہ پیغام ہے جو اس آیت کریمہ میں ملتا ہے۔ آپ اپنے گھروں کے تجربوں میں ہر احمدی خاندان اپنا جائزہ لے سکتا ہے کہ ان کے بچے اس طرح پہچانے جاتے ہیں ماں اگر بے پرواہ ہے دین کے معاملات میں اور باپ نیک ہے اور ماں سے بہت تعلق رکھتے ہیں اور باپ سے گھبراتے ہیں۔ اگر ماں نیک ہے اور باپ بے تعلق ہے دین سے تو بعض بچے ہیں جو باپ کی طرف دوڑتے ہیں اور ماں کی پرواہ نہیں کرتے اور ایسی مائیں بے چاری روتی پیٹتی رہ جاتی ہیں کہ ہائے کیا ہو گیا تجھے، نیکی کی طرف آ، کیا ہو گیا ہے اپنے باپ کی بدیوں کی طرف تو جارہا ہے، میری نیکیوں کی طرف نہیں آتا اور یہ روزمرہ کی حقیقتیں ہیں۔ آپ میری ایک دن کی ڈاک دیکھ لیں آپ کو سمجھ آجائے گی۔ کثرت سے اس مضمون کے خط ملتے ہیں۔ کبھی باپ کی طرف سے رونا، کبھی ماں کی طرف سے رونا۔ باپ کہے گا ماں کو دنیا میں دلچسپیاں ہیں، نماز نہیں پڑھتی، فلاں کام نہیں کرتی اور ہماری اولاد جو ہے وہ انہی کی طرف بھاگی جارہی ہے، میں آتا ہوں اور سر پیٹ کے رہ جاتا ہوں مگر میرے دکھاوے کیلئے کچھ کر لیں گے، میں نے پیٹھ پھیری تو پھر وہی حرکتیں۔ بعض مائیں روتی ہیں کہ باپ بڑا ظالم ہے، دین میں کوئی دلچسپی نہیں، نماز تک نہیں پڑھتا اور میرے بچے باپ کے پیچھے لگ گئے ہیں اور میری کوئی حقیقت نہیں، میں تو پرانے زمانے کی عورت بن کے یہاں رہ گئی ہوں۔ تو یہ وہ چیزیں جن کے نتیجے میں اس دعا کا اطلاق ہو ہی نہیں سکتا کر کے دیکھ لیں۔ نہ خاوند بیوی کیلئے ٹھنڈک بنے گا، نہ بیوی خاوند کیلئے ٹھنڈک بنے گی۔ نہ اولاد ان ماں باپ کیلئے ٹھنڈک بنے گی، نہ ماں باپ اولاد کیلئے۔ تو اس دعا نے ایک ایسا رشتہ ہمیں سکھایا ہے جو بالکل صاف روزمرہ کی زندگی میں پہچانا جاتا ہے۔

”للمتقین اماماً“ کی دعا تب پوری ہو سکتی ہے اگر ماں باپ نیک ہوں اور اولاد کو ان کی نیکی کے باوجود ان سے پیار ہو بلکہ نیکی کی وجہ سے پیار ہو۔ جتنا ماں باپ میں نیکی دیکھیں اتنا ہی احترام بڑھتا جائے، اتنا ہی ان سے محبت بڑھتی جائے، اگر یہ بات ہو تو پھر آپ یقین کے ساتھ جان دے سکتے ہیں کہ ہم اپنی اولاد کا تقویٰ دیکھ کر مر رہے ہیں۔ اگر یہ نہیں تو آپ کی زندگی موت بن جائے گی، آپ اپنے بچوں کی آنکھوں میں پڑھ نہیں سکتے کہ آپ نماز پڑھتے ہیں تو وہ یوں کر کے دیکھتے ہیں کوئی دلچسپی نہیں، اور جب ان کے ساتھ بیٹھ کر کوئی دلچسپ پروگرام دیکھیں تو کس طرح وہ آپ کے ساتھ چمٹ جاتے ہیں۔ تو انسان غافل بننا چاہے تو غافل ہو جاتا ہے مگر یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجھے پتہ نہیں چلا۔ ایسا نظام فطرت خدا نے بنایا ہے کہ ہر انسان اپنا حال پڑھ سکتا ہے، اپنا واقف ہے بہانے خواہ لاکھ تراشے، جانتا ہے کہ کیا ہو رہا ہے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 14 مارچ 1997 بمقام مسجد فضل لندن)

ہم خوش نصیب ہیں کہ خلافت نصیب ہے

(احمدیت کے معاندین سے خطاب)

ارشاد عرشی ملک ۔ اسلام آباد پاکستان

arshimalik50@hotmail.com

کب منتشر دلوں کو امامت نصیب ہے
اک دوسرے سے بغض و عداوت نصیب ہے

تم ایک بھیڑ بھاڑ کی صورت ہو مجتمع
نہ رہنما نہ کوئی قیادت نصیب ہے

سو سال حق سے دست و گریباں رہے ہو تم
کثرت کے باوجود بھی خفت نصیب ہے

دشمن ہوئے مسیحؑ کے پھر ایک بار تم
بے شک تمہیں یہود کی خصلت نصیب ہے

پھونکوں سے تم بجھا نہ سکے اس چراغ کو
روشن ہے اک جہاں تمہیں ظلمت نصیب ہے

فتوے بغیر علم کے دیتے ہو رات دن
خوفِ خدا نہ فہم و فراست نصیب ہے

تقویٰ کا اک لباس تھا جو چیتھڑے ہوا
اب خودکشی کے واسطے جیکٹ نصیب ہے

اسلام کو جہان میں بدنام کر دیا
اب دینِ حق کو ٹھپہء دہشت نصیب ہے

کثرت کا کیا غرور جو دل ہوں پھٹے ہوئے
کب ایک ڈیڑھ اینٹ کو برکت نصیب ہے

جُبّے عمامے رہ گئے ایمان تو گیا
اب تم کو صرف دیں کی تجارت نصیب ہے

آؤ کہ آج سود و زیاں کی پرکھ کریں
عزّت کسے ملی کسے ذلت نصیب ہے

ہر پل غرورِ نفس میں جکڑے ہوئے ہو تم
کب عجز و انکسار کی عادت نصیب ہے

مہدیؑ کے ہم غلام ہیں پہچان ہے یہی
صدقے میں اس کے ہم کو ملامت نصیب ہے

ہم متحد ہیں ایک جماعت کے روپ میں
ہم خوش نصیب ہیں کہ خلافت نصیب ہے

ہم لوگ دیکھتے ہیں اشارہ امام کا
ہر مرد و زن کو شوقِ اطاعت نصیب ہے

کشتی میں اپنے نوحؑ کی بیٹھے ہیں چین سے
مدّ و جزر میں ہم کو حفاظت نصیب ہے

ہم پر خدا کے فضل کا سایہ ہے ہر گھڑی
جس سمت رُخ کیا ہمیں نصرت نصیب ہے

ہر آن دیکھتے ہیں نشاں پر نشان ہم
تازہ تجلّیات کی نعمت نصیب ہے

ہاں راہِ مستقیم سے چمٹے ہوئے ہیں ہم
صد شکر ہم کو یہ بھی کرامت نصیب ہے

چھلکا تمہارے پاس شریعت کا رہ گیا
ہم کو مغز ملا ہمیں لذت نصیب ہے

صدقِ و صفا سے اپنی مزّین ہے داستاں
کذب و ریا کی تم کو غلاظت نصیب ہے

ترکش میں اپنے علم و دلائل کے تیر ہیں
زنبیل کو تمہاری جہالت نصیب ہے

فرعون و بوجہل کے رہے ہمرکاب تم
اور ہم کو مصطفٰے ﷺ کی رفاقت نصیب ہے

سب برِّ اعظموں میں جڑیں اپنی گڑ گئیں
حسرت تمہیں تو ہم کو وجاہت نصیب ہے

برکت جو ایم ٹی اے کی ہے خیرِ کثیر ہے
تم گھٹ کے رہ گئے ہمیں کثرت نصیب ہے

نفرت کی جھاگ منہ سے اُڑاتے ہو رات دن
میدانِ بغض و کیں میں مہارت نصیب ہے

خطبے تمہارے کتنے ''فصیح و بلیغ'' ہیں
کیا خوب لغویات میں نُدرت نصیب ہے

ہم نے مغلّظات بھی سن کر دعائیں دیں
یہ حوصلہ نصیب یہ وسعت نصیب ہے

اپنا نسب یہ ہے کہ محمد ﷺ کے ہیں غلام
تم کو ابولہب سے قرابت نصیب ہے

ہم نے جفا سہی ہے مگر کی نہیں جفا
خُلقِ محمدیؐ سے شباہت نصیب ہے

سلطان تھا قلم کا بیاں کا مرا مسیحؑ
اس کے مخالفین کو لُکنت نصیب ہے

میں حضرتِ مسیحؑ کی ادنیٰ کنیز ہوں
اس واسطے زبان کو شوکت نصیب ہے

نوکِ قلم سے چاہوں تو بخیے ادھیڑ دوں
اللہ کے کرم سے یہ طاقت نصیب ہے

پر کیا کروں کہ صبر کی تلقین ہے مجھے
مُرشد کی مجھ کو پاک ہدایت نصیب ہے

عورت سہی پہ عزم میں مردوں سے کم نہیں
عرشی مجھے بھی شوقِ شجاعت نصیب ہے

للکار میری رُک نہیں سکتی حجاب میں
مہدؑی کے نام پر مجھے غیرت نصیب ہے

مہدؑی کی چاکری ہی مرا افتخار ہے
بس اس لئے بیاں کو سلاست نصیب ہے

میں خود پہ جبر کر کے قلم روکتی ہوں اب
آمد ہے گو بلا کی، خطابت نصیب ہے

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پہلا خطاب

بیعت لینے کے بعد خلیفہ ثالث حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ منبر پر کھڑے ہوئے اور ایک معرکتہ الآراء تقریر کی جس کا خلاصہ یہ ہے:

''لوگو! خدا سے ڈرو اور مال و دولت کے فتنہ میں پڑنے سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ امرِ واقعہ یہ ہے کہ دنیا اور دنیا کے مال ومتاع جیسا کہ خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے لہو ولعب اور زینت کا سامان ہے اور آپس میں فخر وغرور کا باعث ہے۔ یاد رکھو! اموال واولاد کی کثرت اس بارش کی مانند ہے جو خشک و بنجر زمینوں کو سرسبز وشاداب بنادے اور کفار اس کے نتائج میں لہلہاتے ہوئے کھیتوں کو دیکھ کر خوش ہوجائیں اور فخر وغرور کرنے لگیں۔ پھر ایک تیز وتند ہوا آئے اور ان کھیتوں کو خشک کرکے زرد بنادے اور پھر ان کا ریزہ ریزہ کرکے اُڑا دے۔ آخرت میں خدا کا سخت عذاب بھی ہے اور بخشش ورحمت بھی اور دنیا کی زندگی تو صرف غرور کی کنجی ہے۔ دنیا میں بہترین شخص وہ ہے جو خدا پر بھروسہ رکھے اور اس کی پناہ میں رہے اور اللہ اور اس کی کتاب کو مضبوط پکڑے رہے۔ لوگو! مجھے تمہاری راہنمائی کی اہم خدمت سپرد کی گئی ہے۔ اس کام میں صرف خدا ہی کی مدد چاہتا ہوں اور بھلائی کی توفیق خدا ہی کی طرف سے ملتی ہے۔ میں خدا سے ہی توفیق کا طالب ہوں۔ اسی پر میرا بھروسہ ہے اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔''

(حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، تصنیف محمود مجیب اصغر صفحات 28-29)

حضرت علی رضی اللہ عنہ

حضرت معاویہؓ نے ضرار اسدی سے کہا کہ مجھ سے حضرت علیؓ کے اوصاف بیان کرو۔ انہوں نے کہا کہ امیر المومنین! اس سے مجھے معاف فرمائیے۔ معاویہ نے اصرار کیا۔ ضرار بولے اگر اصرار ہے تو سنیے۔ وہ بلند حوصلہ اور نہایت قوی تھے۔ فیصلہ کن بات کہتے تھے۔ عادلانہ فیصلہ کرتے تھے۔ ان کے ہر جانب سے علم کا سرچشمہ پھوٹتا تھا۔ ان کے تمام اطراف سے حکمت ٹپکتی تھی۔ دنیا کی دلفریبی اور شادابی سے اجنبیت رکھتے اور رات کی وحشتناکی سے انس رکھتے تھے۔ بڑے رونے والے اور بہت زیادہ غور وفکر کرنے والے تھے۔ چھوٹا لباس اور موٹا کھانا پسند تھا۔ ہم میں بالکل ہماری طرح رہتے تھے۔ جب ہم ان سے سوال کرتے تھے تو وہ ہمارا جواب دیتے تھے اور جب ہم ان سے انتظار کی درخواست کرتے تھے تو وہ ہمارا انتظار کرتے تھے۔ باوجود یہ کہ اپنی خوش خلقی سے ہم کو اپنے قریب کر لیتے تھے اور وہ خود ہم سے قریب ہوجاتے تھے۔ لیکن خدا کی قسم ان کی ہیبت سے ہم ان سے گفتگو نہیں کر سکتے تھے۔ وہ اہلِ دین کی عزت کرتے تھے۔ غریبوں کو مقرب بناتے تھے۔ ان کے انصاف سے ضعیف ناامید نہیں ہوتا تھا۔

یہ سن کر معاویہؓ رو پڑے اور فرمایا ''خدا ابوالحسن پر رحم کرے۔ خدا کی قسم! وہ ایسے ہی تھے۔'' حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت علیؓ کے بارے میں فرماتے ہیں: ''علیؓ تو جامع فضائل تھا اور ایمانی قوت کے ساتھ توام تھا۔'' (حضرت علی رضی اللہ عنہ تصنیف سید مبشر احمد ایاز صفحہ 22)

آپؓ نے علمِ نحو کی بنیاد رکھی۔ ایک دفعہ آپ نے کسی کو غلط قرآن مجید پڑھتے ہوئے سنا تو ایک ایسا قاعدہ تدوین کروایا جس سے اعراب میں غلطی نہ ہوسکے۔ علاوہ ازیں علمِ نحو کے بنیادی اصول بھی آپ نے تعلیم فرمائے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پہلا فوٹو

بشیر احمد ملک آف قادیان، ونچسٹر ورجینیا

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یورپ میں اشاعت کیلئے ایک کتاب تصنیف کرنے کا ارادہ فرمایا۔ جس کا انگریزی ترجمہ مولوی محمد علی صاحب کو کرنا تھا۔ تجویز ہوئی کہ یورپ میں چونکہ قیافہ شناسی کا علم اتنا ترقی کر چکا ہے کہ لوگ محض تصویر کے خدّ وخال دیکھ کر صاحبِ تصویر کے اخلاق کا پتہ چلا لیتے ہیں۔ لہٰذا اس کتاب کے ساتھ مصنّف اور مترجم کی تصاویر بھی لگا دی جائیں۔ محض یہ تبلیغی اور دینی ضرورت تھی جس کی بناء پر حضور نے اپنا فوٹو اتروایا۔ خود فرماتے ہیں ’’ میں اس بات کا سخت مخالف ہوں کہ کوئی میری تصویر کھینچے۔ اپنے پاس رکھے یا شائع کرے میں نے ہرگز ایسا حکم نہیں دیا کہ کوئی ایسا کرے۔ اور مجھ سے زیادہ بت پرستی اور تصویر پرستی کا کوئی دشمن نہیں ہوگا لیکن میں نے دیکھا ہے کہ آجکل یورپ کے لوگ جس شخص کی تالیف کو دیکھنا چاہیں اول خواہشمند ہوتے ہیں کہ اس کی تصویر کو دیکھیں کیونکہ یورپ کے ملک میں فراست کے علم کو بہت ترقی ہے اور اکثر ان کی محض تصویر کو دیکھ کر شناخت کر سکتے ہیں کہ ایسا مدعی صادق ہے یا کاذب۔‘‘

میاں معراج دین صاحب عمر لاہور سے ایک فوٹو گرافر لائے (محمد کاظم فوٹو گرافر۔ انارکلی لاہور) جس نے حضور کے تین فوٹو کھینچے۔ دو صحابہ کے گروپ میں اور ایک پورے قد کا علیحدہ۔ دوسرے گروپ میں معمولی تبدیلی کے ساتھ پہلے گروپ کے صحابہ ہی بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت اقدسؑ کی عادت غضِ بصر کی تھی۔ فوٹو گرافر بار بار عرض کرتا تھا کہ حضور آنکھیں ذرا کھول کر دیکھیں ورنہ فوٹو اچھی نہیں آئے گی۔ اس کے اصرار پر حضور نے ایک مرتبہ تکلیف کے ساتھ کچھ زیادہ کھولا مگر وہ پھر نیم بند ہو گئیں۔ فوٹو گرافر نے حضور سے لباس اور نشست کے متعلق بھی معروضات کیں مگر حضور نے نہایت سادگی اور بے تکلفی سے فوٹو کھنچوایا اور یہی رنگ تصویر میں بھی جلوہ گر ہے۔

بعد ازاں میاں معراج دین صاحب عمر نے ان فوٹوؤں کی طباعت کا انتظام کر کے 10 اگست 1899 کو بذریعہ الحکم ان کی اشاعت کا باقاعدہ اعلان شائع کر دیا۔ یہ فوٹو جو زمانہء ماموریت کا پہلا پورے قد کا فوٹو ہے حضرت مفتی محمد صادق صاحب کی کتاب ذکرِ حبیب میں بھی شائع شدہ ہے۔

زمانہ ماموریت کی قید اس لئے لگائی ہے کہ حال ہی میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قیام سیالکوٹ 1864-1868 کے دور کا ایک فوٹو دریافت ہوا ہے اس فوٹو کو دیکھنے والے احمدی دوست محمد فریدون خان ولد رحمت اللہ خان ساکن شیخ البانڈی تحصیل ایبٹ آباد ہیڈ کلرک محکمہ امداد باہمی کا حلفیہ بیان ہے کہ 1959-58 کا ذکر ہے کہ میں خان محمد اصغر خان صاحب قریشی اسسٹنٹ رجسٹرار کوآپریٹو سوسائیٹیز ہزارہ کے ہمراہ بحیثیت کیمپ کلرک دورہ پر موضع نگری ٹوٹیاں تحصیل ایبٹ آباد برائے معائنہ انجمن امداد باہمی گیا۔ دوران گفتگو ہمارے میزبان سردار عنایت الرحمٰن صاحب کو معلوم ہوا کہ میں جماعت احمدیہ کے ساتھ تعلق رکھتا ہوں تو انہوں نے فرمایا کہ میرے پاس مرزا صاحب کا ایک فوٹو ہے جو ان کے زمانہ ملازمت سیالکوٹ کا ہے۔ وہ میں آپ کو دکھاتا ہوں۔ چنانچہ بموجودگی خان محمد اصغر خان صاحب سردار صاحب مذکور ایک گروپ فوٹو لے آئے جو فریم میں نہیں تھا بلکہ ایک گتے پر چسپاں تھا میں نے ان کے بتائے بغیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شبیہہ مبارک پہچان لی۔ حضرت اقدس کھڑے تھے اور دائیں طرف سے تیسرے چوتھے نمبر پر تھے۔ اس فوٹو کا سائز فُل سکیپ کے قریباً دو تہائی کے برابر تھا۔ یہ ایک گروپ فوٹو تھا۔ آگے کرسیوں پر کئی اصحاب بیٹھے تھے جن میں ایک انگریز بھی تھا۔ فوٹو کا رنگ پیازی تھا اور نقوش نہایت واضح تھے۔ میں نے سردار صاحب مذکور سے درخواست کی کہ یہ فوٹو چند دن کیلئے مجھے عنایت

فرمادیں تا کہ میں اس کی نقول کروا کر اصل کاپی آپ کو واپس کر دوں۔ مگر سردار صاحب نے مجھے ٹال دیا۔ اس کے بعد مجھے وہ کئی دفعہ ملے اور میں اس کیلئے ان سے کہتا رہا چنانچہ ایبٹ آباد میں انہوں نے مجھ سے وعدہ فرمایا کہ میں فوٹو دے دوں گا۔ مولانا دوست محمد صاحب شاہد مرحوم مورخ تاریخ احمدیت کا بیان ہے کہ ’’25 جنوری 1961 کو محمد فریدون خان صاحب اور خاکسار دونوں نے سردار صاحب سے ان کی رہائش گاہ واقع مری روڈ، راولپنڈی پر ملاقات کی جس پر انہوں نے مئی 1961 میں فوٹو دکھانے کا وعدہ کیا مگر جب میں دوبارہ ان کے پاس پہنچا تو انہوں نے بعض نامعلوم وجوہ کی بنا پر دکھانے سے معذرت کر لی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس اہم تاریخی یادگار کے برآمد ہونے کی کوئی غیبی صورت پیدا کر دے۔‘‘

ابتدائی فوٹوؤں کے بعد حضرت اقدس کے اور بھی متعدد فوٹو لئے گئے جن کی معیّن تعداد کا بتانا مشکل ہے البتہ سلسلہ کے لٹریچر سے معلوم ہوتا ہے کہ اگلے ہی سال ’’خطبہ الہامیہ‘‘ کے موقع پر 11 اپریل 1900 کو بوقتِ عصر مسجد اقصےٰ میں ایک فوٹو لیا گیا۔ یہ فوٹو ڈاکٹر نور محمد صاحب لاہوری نے لیا تھا۔ 17 نومبر 1900 کو ایک یورپین سیاح ٹی ڈکسن (T. Dixen) نے حضور کے 3 فوٹو لئے جس میں سے دو تو خدام کے ساتھ تھے اور ایک فوٹو صرف حضور کا تھا۔ 1902 میں حضور کا ایک پورے قد کا فوٹو ریویو آف ریلیجنز انگریزی کے صفحہ 423 پر شائع ہوا۔ جو البائن پریس لاہور میں طبع ہوا۔ حضور کا ایک فوٹو سیالکوٹ کے اصحاب کے ساتھ 1904 میں کھینچا گیا۔ ایک اور گروپ فوٹو بھی لیا گیا جس میں ایک طرف ڈاکٹر محمد اسمٰعیل صاحب گوڑیانوی اور دوسری طرف ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب تھے۔ ان کے علاوہ ایک فوٹو ایسا بھی ملتا ہے جس میں حضور کے ساتھ صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کھڑے ہیں۔ قادیان میں حضرت اقدس کے فوٹو اکثر و بیشتر مسجد اقصےٰ میں لئے گئے ہیں۔ مگر بعض مدرسہ تعلیم الاسلام یا نواب محمد علی خان صاحب کے مکان اندرون شہر میں بھی کھینچے گئے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فوٹو کی ’’ریویو آف ریلیجنز‘‘ انگریزی 1902 تا 1905 کے ذریعہ سے جب مغربی ممالک میں اشاعت ہوئی تو حضرت اقدس کی خدمت میں کئی لوگوں کی چٹھیاں آئیں کہ ہم نے آپ کی فوٹو غور سے دیکھی ہے۔ علم فراست کی رُو سے ہمیں یہ تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں کہ جس کی یہ فوٹو ہے وہ ہرگز کاذب نہیں۔ ایک امریکی خاتون نے کہا کہ میرا دل چاہتا ہے یہ فوٹو دیکھتی رہوں۔ یہ تو بالکل یسوح مسیح کی طرح معلوم ہوتی ہے۔ ایک اور قیافہ شناس لیڈی نے کہا کہ ’’یہ نبیوں کی سی صورت ہے‘‘ بعض بڑے بڑے لوگوں نے اسے دیکھ کر کہا .He is a great thinker یعنی یہ ایک عظیم مفکر ہے۔ علم قیافہ کے ایک اور انگریز ماہر کے سامنے جب حضور کی فوٹو رکھی گئی تو وہ بڑے غور و فکر کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا کہ کسی اسرائیلی پیغمبر کی فوٹو ہے۔ ایک دوسرے انگریز نجومی نے بھی یہی کہا کہ یہ تو خدا کے کسی نبی کی ہے۔‘‘

(تاریخِ احمدیت جلد سوئم صفحہ 62-64، پہلا ایڈیشن)

مات

عینی سیّدہ

آنگن میں بہاریں آنے دو

ہمیں چاندز میں پر لانے دو

مَن کی اس اجڑی بستی میں چاہت کے دیپ جلانے دو!

اک راگ وفا کا گانے دو!!

اک بار ہمیں بھی چاہت کے اس کھیل میں شرط لگانے دو!

یہ ہتھیاروں کا کھیل نہیں، کب آگ سے اس کا رشتہ ہے؟

یہ دل میں آس جگاتا ہے، ہاں! پیار سے اس کا رشتہ ہے،

اک بار ہمیں بھی موقعہ دو، دل کی بازی لُٹ جانے دو،

چاہت کے دیپ جلانے دو، اور راگ وفا کا گانے دو!

اس کھیل میں جیت کی رِیت نہیں، ہمیں ہار کے پریت نبھانے دو!!

اک بار ہمیں بھی موقعہ دو اور مات کا جشن منانے دو!

نعت

بشریٰ شاہین، نیویارک

کعبہ کے گرد گھوموں قدموں کو تیرے چوموں
جھولی تو مری بھردے یہ علم سے ہے خالی
طاقت تو اتنی دے دے سب غیب کی تو بھلا دے
جلوہ دکھادے مولا میں عشق کی ہوں ماری
گنبد کی سبز چوٹی دیکھوں تو دل کو تھاموں
سجدے میں سر جھکا کر مانگوں دعائیں ساری
اک بھیک تجھ سے مانگوں دے دے تو مولا مجھ کو
قدموں میں تو جگہ دے میں ہوں تیری بیچاری

انعامِ خلافت

قرۃ العین سیماب

خدا نے دیا جو خلافت کا انعام ۔۔۔ کرو شکر ادا اُس کا صبح وشام
نہیں اسکی رحمتوں کی کوئی انتہا لیکن ۔۔۔ بس اپنے پیاروں کو دیتا روشن نشان
خلیفہء وقت ہے وہ آبِ بقا ۔۔۔ جس میں گھول کر پلاتا ہے وہ نصرتوں کے جام
خوش قسمت ہیں ہم کہ ہیں غلامِ مسیح ۔۔۔ جو محمد کا سچا عاشق بنا اس کا غلام
جسے خدا نے مسیح بنایا بنا کر اٹھایا ۔۔۔ خلافت ثانیہ کا وعدہ کر کے دیا اُس کو دوام
جتنے دشمن تھے ہوئے رُسوا سب ۔۔۔ اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ کا جو آیا الہام
ہمیں ڈر کیا ہوگا کہ اُس نے کہا ہے ۔۔۔ ہمیشہ ہی دے گا وہ متقیوں کو امام
سو ہر اِک احمد کے پیرو کو چاہیئے ۔۔۔ بڑھائے اپنا ایماں، لے تقویٰ سے کام
سجدے میں گر کر سب کرو یہ دعا ۔۔۔ سدا خوش رہیں اپنے پیارے امام
جن کو خدا نے خلیفہ بنایا ۔۔۔ لے اب اس کو اپنے فضلوں سے تھام

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ O

ایک احمدی کا اعزاز

جماعت احمدیہ کینیڈا کے مخلص ممبر اور فوٹو گرافر مکرم بشیر ناصؔر صاحب کو عزت مآب جیسن کینی، وزیر امیگریشن، سیٹیزن شپ و ملٹی کلچرل ازم کینیڈا نے اپنا آفیشل فوٹو گرافر مقرر کیا ہے۔

متعلقہ وزارت کی گریٹر ٹورانٹو ایریا میں ہونے والی تمام تقریبات کی کوریج مکرم بشیر ناصؔر صاحب کیا کریں گے۔

مورخہ 26 مارچ 2010ء کو ٹورانٹو میں ہونے والی ایک تقریب میں وزیر موصوف کے نمائندہ کے طور پر کینیڈا کے وزیر مملکت برائے خارجہ امور جناب پیٹر کینٹ (Peter Kent) نے پاکستانی ہائی کمشنر کے ساتھ مل کر مکرم بشیر ناصؔر صاحب کو اسٹیج پر بلایا اور ان کی خدمات کو سراہتے ہوئے ان کو ایک خصوصی سرٹیفکیٹ سے نوازا۔

مکرم بشیر ناصؔر صاحب چوہدری محمد احمد صاحب مرحوم (یکے از 313 درویش قادیان) اور مکرمہ امتہ الرحمٰن صاحبہ مرحومہ کے بیٹے ہیں۔ اور ایک لمبے عرصہ سے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے مختلف ممالک انڈیا، گھانا، یوکے، جرمنی اور کینیڈا وغیرہ کے دوروں اور جلسہ ہائے سالانہ کے موقع پر فوٹو گرافی کر رہے ہیں۔

☆ 2000ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے مکرم بشیر ناصر صاحب کی فوٹو گرافی کو سراہتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متبرک کپڑے کا ٹکڑا عنایت فرمایا۔

☆ 2006ء میں ہندوستان کے صدر مملکت نے دلی میں انہیں بھارت گورو (Gaurav) ایوارڈ سے نوازا۔

☆ مکرم بشیر ناصر صاحب ٹورانٹو میں انڈیا اور پاکستان کے قونصل خانوں کے آفیشل فوٹو گرافر کی حیثیت سے بھی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

احباب جماعت سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ مکرم بشیر ناصؔر صاحب کے لئے یہ اعزاز مبارک کرے اور ان کا یہ اعزاز جماعت کے لئے ہر لحاظ سے بابرکت ثابت ہو۔ آمین

تڑپ برائے غلبہ ءِ دین اور خلفائے احمدیت

محمد ظفر اللہ ہنجرا، مربی سلسلہ ساؤتھ ریجن امریکہ

ہر سال ہم یومِ خلافت مناتے ہیں جس کی غرض اس خوشی کا اظہار ہے آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی جو خلافت کے متعلق تھی وہ بڑی شان سے پوری ہوئی۔ سورۃ الروم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ بِنَصْرِ اللّٰهِ ۔۔۔

مومن اللہ کی نصرت آنے پر خوش ہوتے ہیں اور ہوتے رہیں گے اور یہ بھی شکر کا اظہار ہے اور یہ شکر مزید فضلوں کو کھینچنے کا سبب بنتا ہے۔ اس دن کی مناسبت سے ہم کو ہمیشہ اس آواز کی طرف کان دھرنا ہوگا جو ہر ہفتہ جمعہ کو ہمارے کانوں میں پڑتی ہے اور ہر جمعہ پھر یاد دہانی ہوتی ہے۔ غور کا مقام تو یہ ہے کہ ہمارا اگلا دن گزشتہ سے بہتر ہے جب یہ محاسبہ شروع ہوگا تو پھر تبدیلی آیا کرتی ہے۔

تاجر ہر سال آخر پر نفع ونقصان کا جائزہ لیتے ہیں۔ طالب علم امتحانوں سے اگلی کلاسوں میں ترقی دیئے جاتے ہیں۔ اور اسی طرح روحانی سلسلہ ہے۔ خلفائے عظام کے ارشادات ہمارے لئے راہِ عمل ہیں اور ان کے منہ سے جو نکلے اس پر عمل کرنا ہر احمدی کا فرض ہے کیونکہ بیعت کے ذریعے سے ہم نے اپنے آپ کو انکے حوالہ کر دیا اور اگر ہم عہدِ بیعت میں سچے ہیں تو ہمارا اختیار نہیں رہا۔ اس مضمون میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے چند واقعات آپ کے سامنے رکھوں گا جس سے ان کے اندر کی تڑپ اور اس کے جوش کا اندازہ لگ سکے گا جوان کے اندر اسلام اور احمدیت کی اشاعت کیلئے موجزن تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعائیں بھی ساتھ تھیں اور اس کے ساتھ آپ کی زندگی بھی ان کیلئے نمونہ تھی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

دعا حضرت مسیح موعود علیہ السلام برائے مددگارین

(ترجمہ) جب سے میں خدا تعالیٰ کی درگاہ سے مامور کیا گیا ہوں اور حی وقیوم نے مجھے نئی زندگی بخشی ہے مجھے دین کے چیدہ مددگاروں کا شوق رہا ہے۔ اور وہ شوق پیاسے سے کہیں بڑھ کر رہا ہے میں خدا تعالیٰ کے حضور آہ وزاری کرتا تھا اور عرض کرتا تھا کہ الٰہی میرا ناصر ومددگار کون ہے میں تنہا اور بے حقیقت ہوں پس جب دعا کا ہاتھ مسلسل اٹھا اور فضائے آسمانی میری دعاؤں سے معمور ہو گئی اللہ تعالیٰ نے میری عاجزانہ دعا قبول کی اور رب العالمین کی رحمت جوش میں آئی اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک مخلص اور صدیق عطا فرمایا۔ جو میرے مددگاروں کی آنکھ اور میرے مخلصین دین کا خلاصہ ہے اس مددگار کا نام اس کی نورانی صفات کی طرح نور الدین ہے وہ مولد کے لحاظ سے بھیروی اور نسب کے اعتبار سے ہاشمی قریشی ہے وہ اسلام کے سرداروں میں سے ہے اور بزرگوں کی نسل سے ہے مجھے آپ کے ملنے سے ایسی خوشی ہوئی کہ گویا کوئی جدا شدہ جسم کا ٹکڑا مل گیا۔ اور ایسا مسرور ہوا جیسا کہ آنحضرت ﷺ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے ملنے سے ہوئے تھے۔ مجھے سارے غم بھول گئے..... جب وہ میرے پاس آئے اور مجھ سے ملاقات کی اور میری نگاہ ان پر پڑی تو میں نے دیکھا کہ آپ میرے رب کی آیات میں سے ہیں۔ اور مجھے یقین ہو گیا کہ وہ میری اسی دعا کا نتیجہ ہیں جو میں ہمیشہ کیا کرتا تھا اور میری فراست نے مجھے بتا دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے منتخب بندوں میں سے ہیں۔

(بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 3 صفحہ 103-104)

اپریل ۱۸۸۷ء میں حضور نے آپ کے بارے میں خواب دیکھا کہ "میں ایک نشیب گڑھے میں کھڑا ہوں اور اوپر چڑھنا چاہتا ہوں۔ مگر ہاتھ نہیں پہنچتا۔ اتنے میں ایک "بندہ خدا" آیا اس نے اوپر سے میری طرف ہاتھ لمبا کیا۔ اور میں اس کے ہاتھ کو پکڑ کر اوپر چڑھ گیا اور میں نے چڑھتے ہی کہا۔ کہ خدا تجھے اس خدمت کا بدلہ دیوے"۔

(تاریخ احمدیت جلد 3صفحہ 585)

اور یہ خواب نورالدین کے آملنے سے پوری ہوئی جس کے متعلق حضرت مسیح موعودعلیہ السلام نے دعائیں کی تھیں دوسری ملاقات کیلئے جب دوبارہ قادیان آئے تو آپ نے حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کی خدمت میں عرض کی کہ آپ کی راہ میں مجاہدہ کیا ہے؟ اس کے جواب میں حضور نے فرمایا کہ مجاہدہ یہی ہے کہ عیسائیوں کے مقابل پر ایک کتاب لکھیں۔ کیونکہ اس زمانے میں عیسائی منادتبلیغ کر کے مسلمانوں کو عیسائی بنا رہے تھے اور اسلام کے خلاف زہر اگل رہے تھے۔ حضرت مسیح موعودعلیہ السلام سے مجاہدہ کا حکم لے کر آپ وطن آئے تو آپ کو ایک ہم مکتب حافظ مل گیا جو عیسائیت سے متاثر ہو چکا تھا۔ اس کے ذریعے سے اس کے پادری سے ملے اور اس سے اسلام کے خلاف اعتراضات کا پتہ چلا تو آپ نے ان اعتراضات کا رَدّ لکھا اور اس کا نام فصل الخطاب رکھا۔ اور اس کی اشاعت کے اخراجات بھی مہاراجہ جموں کشمیر کے بیٹے کے علاج اور صحت یابی سے میسر آئے۔ چونکہ دل میں اسلام کی تڑپ تھی اس کے مطابق اللہ تعالےٰ نے بھی راہیں خود بخود کھول رہا تھا۔ حضرت مسیح موعودعلیہ السلام نے بہت کچھ لکھا تم قدم آگے بڑھاؤ۔ خدا خود مدد کرتا چلا جائے گا۔ آپ نے صرف فصل الخطاب کے مجاہدہ پر بس نہیں کیا بلکہ ملازمت سے استعفیٰ دے کر حضور اقدس کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا۔ حضور اقدس نے استعفیٰ دینے کو پسند نہیں کیا چنانچہ وہ استعفیٰ ریاست سے منظور نہیں ہوا۔ چنانچہ عرصہ تک ریاست میں بیٹھ کر روحانی رفاقت کا حق ادا کرتے رہے اور انہی دنوں اخلاص ووفا سے پُر ایک خط لکھا۔

"مولانا۔ مرشدنا۔ امامنا۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ"

عالی جناب میری دعا یہ ہے کہ ہر وقت حضور کی جناب میں حاضر رہوں اور امام زمان سے جس مطلب کے واسطے وہ مجدد کیا گیا وہ مطالب حاصل کروں۔ اگر اجازت ہو تو میں نوکری سے استعفیٰ دے دوں اور دن رات خدمت عالی میں پڑا رہوں۔ یا اگر حکم ہو تو اس تعلق کو چھوڑ کر دنیا میں پھروں اور لوگوں کو دین حق کی طرف بلاؤں اور اسی راہ میں جان دوں۔ میں آپ کی راہ میں قربان ہوں میرا جو کچھ ہے۔ میرا نہیں آپ کا ہے۔ حضرت پیر و مرشد میں کمال راستی سے عرض کرتا ہوں کہ میرا سارا مال و دولت اگر دینی اشاعت میں خرچ ہو جائے تو میں مراد کو پہنچ گیا۔ اگر خریدار براہین کے توقف طبع کتاب سے مضطرب ہوں تو مجھے اجازت فرمایئے کہ یہ ادنیٰ خدمت بجالاؤں کہ ان کی تمام قیمت ادا کر کے اپنے پاس سے واپس کر دوں۔ حضرت پیر و مرشد! نابکار شرمسار عرض کرتا ہے اگر منظور ہو تو میری سعادت ہے۔ میرا منشاء ہے کہ براہین کے طبع کا تمام خرچ میرے پر ڈال دیا جائے۔ پھر جو کچھ قیمت میں وصول ہو وہ روپیہ آپ کی ضروریات میں خرچ ہو مجھے آپ سے نسبت فاروقی ہے اور سب کچھ اس راہ میں فدا کرنے کے لئے تیار ہوں۔ دعا فرمادیں کہ میری موت صدیقوں کی موت ہو"۔

(تاریخ احمدیت جلد 3صفحہ 116)

اس خط میں خدمتوں کی قبولیت کی استدعا ہے۔ یہ جماعت احمدیہ کی روح خدمتیں کر کے احسان نہ جتانا بلکہ قبولیت کی خواہش ہی ابراہیمی دعا ہے اس کے ساتھ قرآن کے ساتھ عشق تھا۔ جب آپ کے فرزند میاں عبدالحیٔ نے 27 جون 1905 کو قرآن ختم کیا تو بہت خوشی کا اظہار کیا گیا۔

میاں عبدالحی کا ختم قرآن

صاحبزادہ میاں عبدالحی صاحب (آپ کے فرزند) نے ۲۷/۲ جون ۱۹۰۵ء کو ختم قرآن کیا۔ اس تقریب سعید پر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب (خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز) نے ایک دعائیہ نظم بھی کہی اور اخبار الحکم کا ایک غیر معمولی پرچہ بھی شائع ہوا۔

اس دن آپ غیر معمولی طور پر خوش تھے کیوں نہ ہوتے آپ کے چہیتے بیٹے نے آپ کی محبوب ترین کتاب پڑھ کر ختم کی تھی۔ جس کی تبلیغ واشاعت کے لئے آپ کی زندگی کا ایک ایک سانس وقف چلا آرہا تھا۔ میاں عبدالحی صاحب قرآن شریف ختم کر کے حاضر ہوئے تو فرمایا۔ "بیٹا ہم تم سے دس باتیں چاہتے ہیں ان میں سے (۱/۱۰) آج تم نے کرلی ہیں۔ قرآن شریف پڑھو پھر اس کو یاد کرو پھر اس کا ترجمہ پڑھو پھر اس پر عمل کرو۔ پھر اسی عمل میں تمہیں موت آجائے۔ قرآن پڑھاؤ۔ پھر یاد کراؤ۔ پھر ترجمہ سناؤ۔ پھر عمل کراؤ۔ پھر اسی حالت میں تم کو موت آجائے۔"

یہ نصیحت سن کر میاں عبدالحی صاحب نے کہا۔ "اباجی! میں نے یہ قرآن شریف تو پڑھ لیا ہے پہلے یہ تو کسی مسکین کو دیدیں۔"

حضرت مولوی صاحب یہ سن کر بہت خوش ہوئے۔

یہ تقریب کس طرح منائی جائے اس پر کئی مشورے ہوئے کسی نے کہا۔ کہ یسرنا القرآن کی طرز پر قرآن مجید چھپوایا جائے۔ کسی نے کہا تفسیر لکھی جائے۔ لیکن حضرت مولوی صاحب نے فرمایا۔ جو حضرت امام علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمائیں وہ مبارک ہوگا۔ حضرت امام نے فرمایا کہ مولوی صاحب کی طبیعت کمزور ہے۔ کوئی دماغی محنت کا کام مناسب نہیں۔ سردست مساکین کو کھانا کھلادیں اور احباب کی دعوت کردیں۔ چنانچہ اس کے مطابق ۲۸۔۲۹ جون ۱۹۰۵ء کو دعوت کا انتظام کیا گیا۔

(تاریخ احمدیت جلد 3 صفحہ 167)

بالکل اسی طرح جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیٹے مرزا محمود احمد صاحب نے قرآن کریم ناظرہ مکمل کیا تو آپ بھی بہت خوش تھے۔ ایک دعائیہ نظم بھی لکھی اور اس کے اردگرد کے گاؤں سے احباب جماعت کو بلا کر ایک دعوت کا انتظام کیا گیا کہ میرے بیٹے نے آج قرآن کریم ناظرہ پڑھنا مکمل کرلیا۔ اسی روح کے مطابق جماعت میں آمین کی تقریب کا انعقاد کیا جاتا ہے تاکہ اس دینی روح کو ہمیشہ زندہ رکھا جائے۔ والدین اور بچے اس اہم ذمہ داری کو ہمیشہ اپنی آنکھوں کے سامنے رکھیں۔

خواہش حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ

جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا دل تھا جو بے چین اپنے لئے نہیں بلکہ اپنی جماعت کیلئے جس کی سالوں آپ نے آبیاری کی۔

ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے یہ عرض بھی کی کہ حضور کا دل کس چیز کو چاہتا ہے۔ حضور نے نہایت رقت بھرے الفاظ میں فرمایا۔ "میرا دل یہی چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی ہو جاوے۔ پھر فرمایا کہ میرا اللہ راضی ہو پھر فرمایا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ تم فرمانبردار رہو اختلاف نہ کرلو۔ جھگڑا نہ کرنا۔ پھر فرمایا میں دنیا سے بہت سیر ہو چکا ہوں کوئی دنیا کی خواہش نہیں۔ مرجاؤں تو میرا خدا مجھ سے راضی ہو۔ فرمایا کہ سب کو سنادو۔ پھر فرمایا میں دنیا کی پرواہ نہیں کرتا میں نے بہت کمایا بہت کھایا بہت لیا

بہت دیا کوئی خواہش باقی نہیں کبھی کبھی صحت اس لئے چاہتا ہوں کہ گھبراہٹ میں ایمان نہ جاتا رہے پھر بہت رقعہ دردانگیز لہجہ میں فرمایا کہ اللہ تو راضی ہو جا۔ پھر کئی بار فرمایا اللھم ارض عنی اللھم ارض عنی۔ اللھم ارض عنی پھر فرمایا مجھے شوق ہے کہ میری جماعت میں تفرقہ نہ ہو۔ دنیا کوئی چیز نہیں میں بہت راضی ہوں گا اگر تم میں اتفاق ہو۔ میں سجدہ نہیں کر سکتا۔ پھر بھی سجدہ میں تمہارے لئے دعا کرتا ہوں میں نے تمہاری بھلائی کے لئے بہت دعائیں کیں۔ مجھے طمع نہیں مجھے میرا مولیٰ بہت رازوں سے دیتا ہے اور ضرورت سے زیادہ دیتا ہے خبردار جھگڑا نہ کرنا۔ تفرقہ نہ کرنا اللہ تعالیٰ تمہیں برکت دے گا اس میں تمہاری عزت باقی رہے گی۔ نہیں تو کچھ بھی باقی نہیں رہے گا۔ پھر فرمایا میں نے کبھی کسی کو حکم دیا ہے تو اپنے ولی طبع سے حکم نہیں دیا۔ خدا کا حکم سمجھ کر دیا ہے نمازیں پڑھو۔ دعائیں مانگو۔ دعا بڑا ہتھیار ہے تقویٰ کرو بس۔ پھر فرمایا دعائیں مانگو۔ نمازیں پڑھو بہت مسئلوں میں جھگڑے نہ کرو۔ جھگڑوں میں بہت نقصان ہوتا ہے بہت جھگڑا ہو تو خاموشی اختیار کرو۔ اور اپنے لئے اپنے دشمنوں کے لئے دعا کرو۔ پھر فرمایا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اکثر پڑھا کرو۔ قرآن کو مضبوط پکڑو۔ قرآن بہت پڑھو اور اس پر عمل کرو۔ پھر فرمایا۔ رضیت باللہ ربا و بالاسلام دینا و بمحمد رسولا ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے عرض کیا کہ کیا یہ لکھ دیا جاوے کہ یہی حضور کی وصیت ہے فرمایا ہاں۔ فرمایا جاؤ حوالہ بخدا۔

(تاریخ احمدیت جلد 3صفحہ 337-338)

پس ہمیں بھی اے اللہ پیارے امام کی اس وصیت پر عمل کرنے کی توفیق دے۔

ایک مرتبہ اپنی سب سے بڑی خواہش یہ ظاہر فرمائی کہ "میں تم میں ایسی جماعت دیکھوں جو اللہ تعالیٰ کی محب ہو۔ اللہ تعالیٰ کے رسول حضرت محمد ﷺ کی متبع ہو۔ قرآن سمجھنے والی ہو...... میں اپنے مولیٰ پر بڑی بڑی امید رکھتا ہوں کہ وہ یہ آرزو بھی پوری کرے گا کہ تم میں سے اللہ تعالیٰ کی محبت کرنے والے محمد رسول اللہ ﷺ کے کلام سے محبت رکھنے والے اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار اور اس کے خاتم النبین کے سچے متبع ہوں اور تم میں سے ایک جماعت ہو جو قرآن مجید اور سنت نبوی پر چلنے والی ہو اور میں دنیا سے رخصت ہوں تو میری آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور میرا دل ٹھنڈا ہو"

(تاریخ احمدیت جلد 3صفحہ 554)

میں نے دراصل دو مثالوں پر اکتفا کیا ہے ورنہ آپ کی علم کی جستجو توکل اور دعا کی بہت مثالیں ہیں جو تڑپ اسلام کیلئے تھی اور جو قرآن سے عشق تھا وہ تو بے نظیر ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی مرزا بشیر الدین محمود احمد رضی اللہ عنہ

آپ ایک موعود فرزند اور موعود خلیفہ تھے اور خلافت کے دور سے پہلے اور بعد میں جو دین اسلام کی تڑپ آپ کے اندر بچپن سے تھی وہ ایک غیر معمولی تھی۔ مجھے حضرت سید سرور شاہ صاحبؓ کا وہ واقعہ یاد آتا ہے جس میں آپ فرماتے ہیں:

حضرت مولانا سید محمد سرور شاہؓ صاحب کا بیان ہے کہ جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ مجھ سے پڑھا کرتے تھے۔ تو ایک دن میں نے کہا کہ میاں! آپ کے والد صاحب کو تو کثرت سے الہام ہوتے ہیں کیا آپ کو بھی الہام ہوتا اور خوابیں وغیرہ آتی ہیں؟ تو میاں صاحب نے فرمایا کہ مولوی صاحب! خوابیں تو بہت آتی ہیں۔ اور میں ایک خواب تو تقریباً روز ہی دیکھتا ہوں اور جونہی میں تکیہ پر سر

رکھتا ہوں اس وقت سے لے کر صبح کو اٹھنے تک یہ نظارہ دیکھتا ہوں کہ ایک فوج ہے جس کی میں کمان کر رہا ہوں اور بعض اوقات ایسا دیکھتا ہوں کہ سمندروں سے گزر کر آگے جا کر حریف کا مقابلہ کر رہا ہوں اور کئی بار ایسا ہوا ہے کہ اگر میں نے پار گزرنے کے لئے اور کوئی چیز نہیں پائی۔ تو سرکنڈے وغیرہ سے کشتی بنا کر اور اس کے ذریعہ پار ہو کر حملہ آور ہو گیا ہوں میں نے جس وقت یہ خواب آپ سے سنا اسی وقت سے میرے دل میں یہ بات گڑی ہوئی ہے کہ یہ شخص کسی وقت یقیناً جماعت کی قیادت کرے گا۔ اور میں نے اسی وجہ سے کلاس میں کرسی پر بیٹھ کر آپ کو پڑھانا چھوڑ دیا۔ آپ کو اپنی کرسی پر بٹھاتا اور خود آپ کی جگہ بیٹھ کر آپ کو پڑھاتا اور میں نے خواب سن کر آپ سے یہ بھی عرض کر دیا تھا کہ "میاں آپ بڑے ہو کر مجھے بھلا نہ دیں۔ اور مجھ پر بھی نظر شفقت رکھیں"۔

(تاریخ احمدیت جلد 4صفحہ 33)

حضرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے موقعہ پر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ کا عہد بھی ایک تاریخی عہد ہے اس وقت آپ کی عمر انیس سال تھی۔ حضرت مسیح موعودؑ کے سرہانے کھڑے ہو کر یہ عہد کیا کہ:

''اگر سارے لوگ بھی آپ کو چھوڑ دیں گے اور میں اکیلا رہ جاؤں گا تو میں اکیلا ہی ساری دنیا کا مقابلہ کروں گا اور کسی مخالفت اور دشمنی کی پرواہ نہیں کروں گا۔''

(تاریخ احمدیت جلد 2صفحہ 548)

اس عظیم موعود فرزند کا بچپن میں کتنا عظیم عہد تھا جس نے 52 سالہ خلافت کے دور میں سچائی ثابت کر دی۔ خطبات، تقاریر، مجالس اور اندرونی اور بیرونی سفر اس بات کے گواہ ہیں اسلام کے غلبہ کی کس قدر خواہش سینے کے اندر موجزن تھی۔ اور جماعت کو بیدار کرنے کیلئے نثر اور نظم کا کلام اتنا موثر تھا کہ لوگ آپ کی تقاریر کو سننے کیلئے گھنٹوں بیٹھا کرتے تھے اور جلسہ میں موسم حائل نہیں ہوا کرتا تھا۔ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ نے 1914 میں ہندوستان میں تبلیغ کیلئے ایک سکیم پیش کی۔

حضرت صاحبزادہ صاحب نے سلسلہ کی تبلیغ کے لئے جماعت کو جھنجوڑتے ہوئے لکھا۔ "میں حیران ہوں کہ میں سوتوں کو جگانے اور جاگتوں کو ہوشیار کرنے کے لئے کون سی راہ اختیار کروں۔ میں ششدر رہوں۔ کہ تمہارے دلوں میں کس طرح وہ آگ لگا دوں جو میرے دل میں لگ رہی ہے لکڑیوں کو جلانے کے لئے دیا سلائیاں ہیں بڑے بڑے جنگل ایک دیا سلائی سے جل سکتے ہیں مگر دلوں کو گرم کرنے کے لئے دنیا نے کوئی سامان ایجاد نہیں کیا۔ جس سے کام لے کر میں تمہارے دلوں میں حرارت پیدا کر دوں دلوں کا پھیرنا خدا تعالیٰ کے ہی اختیار میں ہے اور اسی سے دعا کر کے میں نے پہلا مضمون لکھا تھا۔ اور اسی کے حضور میں اب کرتا ہوں کہ وہ میری آواز کو موثر بنائے اور پاک دلوں میں اس کے لئے قبولیت پیدا کرے"۔

(تاریخ احمدیت جلد 3صفحہ 495)

یہ جوانی کی عمر کی تڑپ ہے۔ اور اس تڑپ میں ہر سال اضافہ ہوتا رہا ہے کبھی دعاؤں کے رنگ میں ڈھلی تو کبھی نظم و نثر کی صورت میں بہہ نکلی۔ آپ کے بچپن میں اس دعائیہ تڑپ کو شیخ غلام احمد صاحب واعظ یوں بیان فرماتے ہیں۔

"ایک دفعہ میں نے یہ ارادہ کیا کہ آج کی رات مسجد مبارک میں گزاروں گا۔ اور تنہائی میں اپنے مولیٰ سے جو چاہوں گا مانگوں گا۔ مگر جب میں مسجد میں پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ کوئی شخص سجدے میں پڑا ہوا ہے اور الحاح سے دعا کر رہا ہے۔ اس کے اس الحاح کی وجہ سے میں نماز بھی نہ پڑھ سکا۔ اور اس شخص کی دعا کا اثر مجھ پر بھی طاری ہو گیا۔ اور میں بھی دعا میں محو ہو گیا اور میں نے یہ دعا کی کہ یا الٰہی یہ شخص جو تیرے حضور سے جو کچھ مانگ رہا ہے وہ اس کو دے دے اور

میں کھڑا کھڑا تھک گیا۔ کہ یہ شخص سر اٹھائے تو معلوم کروں کہ کون ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ مجھ سے پہلے وہ کتنی دیر سے آئے ہوئے تھے۔ مگر جب آپ نے سر اٹھایا۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت میاں محمود احمد صاحب ہیں۔ میں نے اسلام علیکم کی اور مصافحہ کیا۔ اور پوچھا میاں آج اللہ تعالیٰ سے کیا کچھ لے لیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں نے تو یہی مانگا ہے کہ الٰہی مجھے میری آنکھوں سے اسلام کو زندہ کر کے دکھا۔ اور یہ کہہ کر آپ اندر تشریف لے گئے"

(تاریخِ احمدیت جلد 4صفحہ 25)

شیخ محمد اسماعیل صاحب سرساوی بیان کرتے ہیں:

''ہم نے بارہا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سنا۔۔۔'' میاں محمود میں اس قدر دینی جوش پایا جاتا ہے کہ میں بعض اوقات ان کیلئے خاص طور پر دعا کرتا ہوں۔''

(تاریخِ احمدیت جلد 4 صفحہ 26)

اور یہ جوش خلافت پر متمکن ہونے کے بعد اور بڑھ گیا اور خصوصیت کے ساتھ جب 1924 میں یورپ کے دورہ پر تشریف لے گئے اور لندن میں مسجد فضل کی بنیاد رکھی اور یہ دورہ بھی تبلیغ کی وسیع تر منصوبہ بندی اور اس تڑپ کا حصہ تھا اس کی ایک لمبی تفصیل ہے۔ لیکن 24 نومبر 1924 کو واپس قادیان کی سرزمین میں رونق افروز ہوئے۔ اسی روز بعد نماز عصر قادیان کی طرف سے مولانا شیر علی صاحب نے مسجد اقصیٰ میں سپاس نامہ پیش کیا۔ جس کے جواب میں حضور نے خدا تعالےٰ کی تائیدات اور آخر میں اپنے رفقائے سفر اور ماسٹر عبدالرحیم صاحب نیر کی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا۔

"آخر میں مضمون ختم کرنے سے پہلے میں اس سفر کے ساتھیوں کے متعلق بھی اظہار کرنا چاہتا ہوں کہ جہاں تک ان سے ہو سکا انہوں نے کام کیا۔ انسانوں سے غلطیاں ہوتی ہیں اور ان سے بھی ہوئی ہیں۔ میں ان پر بعض اوقات ناراض بھی ہوا ہوں مگر میری ناراضگی کی مثال ماں باپ کی ناراضگی سی ہے جو ان کی اصلاح اور اس سے بھی زیادہ پُرجوش بنانے کے لئے ہوتی ہے۔ مگر انہوں نے اچھے کام کئے اور بڑے اخلاص کا نمونہ دکھایا ہے اور میرے نزدیک وہ جماعت کے شکریہ کے مستحق ہیں خصوصاً اس لئے کہ میرے جیسے انسان کے ساتھ انہیں کام کرنا پڑا۔ جب کام کا زور ہو تو میں چاہتا ہوں کہ انسان مشین کی طرح کام کرے نہ اپنے آرام کا اسے خیال آئے نہ وقت بے وقت دیکھے۔ جب اس طرح کام کیا جائے تو بعض اوقات اچھے سے اچھے کام کرنے والے کے ہاتھ پاؤں بھی پھول جاتے ہیں۔ مگر انہوں نے اخلاص سے کام کیا اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ حق رکھتے ہیں کہ ان کے لئے خصوصیت سے دعائیں کی جائیں پھر میں سمجھتا ہوں ماسٹر عبدالرحیم صاحب نیر خصوصیت سے جماعت کی دعاؤں اور شکریہ کے مستحق ہیں واقفیت کی وجہ سے انہوں نے اس سفر میں بہت کام کیا ہے...... ان کی وجہ سے بھی سلسلہ کے کاموں میں بہت کچھ مدد ملی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ برادرانہ حسن سلوک کے خلاف ہوگا اگر میں اس پہلے موقعہ پر جو مجھے اظہار خیالات کا اس سفر کے بعد ملا ہے ان کی خدمات کا اظہار نہ کروں"

(تاریخِ احمدیت جلد 4صفحہ 466-467)

آپ کی سختی اور غصہ بھی ماں باپ کی سی ناراضگی لئے ہوتا تھا۔ جس کا مقصد اولاد کی بہتری ہوتی ہے۔ آپ محنت کے عادی تھے اور یہ توقع رکھتے تھے کہ ان کے ساتھ کام کرنے والے بھی اس روح اور جذبہ کے ساتھ کام کریں۔ بہت مثالیں ہیں لیکن اس وقت میں مجلس مشاورت 1936 میں مبلغین کو جو نہایت اہم نصائح فرمائیں۔ آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔

مبلغین کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نہایت اہم نصائح

مجلس مشاورت 1936 میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا:

مبلغ ایسے ہونے چاہئیں جن میں دین کی روح دوسروں کی نسبت قوی اور طاقتور ہو۔ اور وہ دین کیلئے ہر وقت قربان ہونے کیلئے تیار ہوں۔ وہ ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک لٹو کی طرح چکر لگائیں۔ ہمیں وہ تیز طرّار مبلغ نہیں چاہئیں جو خم ٹھونک کر میدان مباحثہ میں نکل آئیں اور کہیں کہ آؤ ہم سے مقابلہ کرو۔ ایسے مبلغ آریوں اور عیسائیوں کو ہی مبارک ہوں۔ ہمیں تو وہ چاہئیں جن کی نظریں نیچی ہوں جو شرم و حیاء کے پتلے ہوں جو اپنے دل میں خوف خدا رکھتے ہوں۔ لوگ جنہیں دیکھ کر کہیں یہ کیا جواب دے سکیں گے۔ ہمیں اُن مبلغوں کی ضرورت نہیں جو مباحثوں میں جیت جائیں بلکہ ان خادمانِ دین کی ضرورت ہے جو سجدوں میں جیت کر آئیں۔ اگر وہ مباحثوں میں ہار جائیں تو سو دفعہ ہار جائیں۔ ہمیں اس کی کیا ضرورت ہے کہ زبانیں چٹخارہ لیں مگر ہمارے حصہ میں کچھ نہ آئے۔ سر جنبش کریں ہم محروم رہیں۔ میں مانتا ہوں کہ اس میں بیرونی جماعتوں کا بھی قصور ہے۔ وہ لکھتی ہیں کہ فلاں مبلغ کو بھیجا جائے۔ فلاں کا آنا کافی نہیں۔ کیونکہ وہ چٹخارا دار زبان میں بات نہیں کر سکتا۔ یہ صحیح ہے مگر لیڈر وہ ہوتا ہے جو لوگوں کو پیچھے لگائے نہ کہ لوگ جدھر چاہیں اُسے لے جائیں جو شخص تقویٰ و طہارت پیدا کرتا ہے جو قلوب کی اصلاح کرتا ہے وہی حقیقی مبلغ ہے۔ جو یہ سمجھے کہ میں نوکر ہوں اور جو وہاں جائے جہاں اُسے حکم دیا جائے۔ ایسے مبلغ کو ہم نے کیا کرنا ہے۔ جسے اگر کہیں اس سے اچھی نوکری مل گئی تو وہاں چلا جائے گا۔ ہمیں وہ مبلغ چاہئیں جو اپنے آپ کو ملازم نہ سمجھیں بلکہ خدا تعالیٰ کیلئے کام کریں۔ اور اُسی سے اجر کے متمنی ہوں۔ جو ایسا نہیں کرتا وہ ہمارا مبلغ نہیں۔ بلکہ ہمارے دشمن کا مبلغ ہے۔ وہ شیطان کا مبلغ ہے کیونکہ اس کو تقویت دے رہا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے، کون سے مبلغ رکھے ہوئے تھے۔ یہ تو گندگی ہے۔ جسے زمانہ کی اس مجبوری کی وجہ سے کہ آریوں اور عیسائیوں نے اس قسم کے لوگ رکھے ہوئے ہیں جن کا مقصد اسلام کو نقصان پہنچانا ہے۔ اُن کے مقابلہ کیلئے رکھے ہوئے ہیں۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ جس وقت کوئی شخص پاخانہ میں جا کر بیٹھتا ہے تو وہ اس کا بہترین وقت ہوتا ہے وہ تو مجبوری کا وقت ہوتا ہے۔ اسی طرح تبلیغ کیلئے ایسا انتظام تو ایک مصیبت ہے اور ایک مجبوری ہے۔ پس مبلغوں کو اس حقیقت کو سمجھنا چاہئے کہ گزارا لینے میں عیب نہیں مگر گزارا کیلئے کام کرنا عیب ہے۔ مبلغ وہ ہے کہ اُسے کچھ ملے یا نہ ملے اُس کا فرض ہے کہ تبلیغ کا کام کرے۔ پرانے مبلغ مثلاً مولوی غلام رسول صاحب وزیر آبادی، مولوی غلام رسول راجیکی، مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری انہوں نے ایسے وقتوں میں کام کیا جبکہ اُن کی کوئی مدد نہ کی جاتی تھی اور اس کام کی وجہ سے اُنکی کوئی آمد نہ تھی۔ اس طرح انہوں نے قربانی کا عملی ثبوت کر کے بتا دیا کہ وہ دین کی خدمت بغیر کسی معاوضہ کے کر سکتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو اُن کی آخری عمر میں گزارے دیئے جائیں تو اس سے انکی خدمات حقیر نہیں ہو جاتیں بلکہ گزارہ کو اُن کے مقابلہ میں حقیر سمجھا جاتا ہے کیونکہ جس قدر اُن کی امداد کرنی چاہیے اتنی ہم نہیں کر رہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ ہر مبلغ اپنے آپ کو خلیفہ سمجھتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ یہ اُس کا حق ہے جو اُس کے جی میں آئے سنائے اور جو نہ چاہے نہ سنائے حالانکہ وہ بانسری ہے جس کا کام یہ ہے کہ جو آواز اس میں ڈالی جائے اُسے باہر پہنچائے۔ اگر مبلغ یہ سمجھتے کہ وہ ہتھیار ہیں میرا۔ نہ کہ میرا دماغ ہیں جماعت کا۔ تو وہ میرے خطبات لیتے اور جماعت میں اُن کے مطابق تبلیغ کرتے اور اس طرح اس وقت تک عظیم الشان تغیر پیدا ہو چکا ہوتا۔ مبلّغین کا کام یہ ہے کہ خلافت کی ہر آواز کو خود سنیں اور سمجھیں، پھر ہر جگہ اسے پہنچائیں۔

(رپورٹ مجلس مشاورت صفحہ 24-27بحوالہ تاریخ احمدیت جلد7صفحہ 308,307)

جو اس تڑپنے والے دل کی جو اسلام اور احمدیت کے غلبے کی خاطر تڑپ رہا تھا اور اس کا اظہار یہ تحریریں ہیں جو ہمیں خلافت کا دن مناتے ہوئے ان ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاتی ہیں۔ اللہ ہم سب کو خلفاء کی خواہشات کو پورا کرنے اور ان کی آواز کی بانسری بننے کی توفیق دے اور اپنی رضا کی راہوں پر چلائے۔